ردروافض
عقائد شیعہ
سیف اللہ المسلول معین الحق
مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترتیب: حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی
مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

شکریہ

ہم عزت مآب محترم علامہ اسید الحق عاصم قادری دامت برکاتہم العالیہ کے نہایت ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب انٹرنیٹ پر پبلش کرنے کے لئے ہمیں عنایت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے اس تعاون پر ان کو اجر کثیر عطا فرمائے اور قبلہ علامہ صاحب کے فیوضات و برکات و درجات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

نفس اسلام ویب ٹیم

www.nafseislam.com

ردِّ روافض

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر محب رسول قادری بدایونی

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

Radd-E-Rawafiz

By : Maulana Shah Abdul Qadir Qadri Budauni

عنوان کتاب : ردِّ روافض

تالیف : تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

ترتیب : حضرت شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

طبع جدید : ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ

قیمت :

رابطے کے لئے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor	**Tajul Fahool Academy**
422, Matia Mahal,	Budaun
Jama Masjid, Delhi-6	

انتساب

مرتب کتاب کے پوتے

سید العلماء حضرت سید شاہ ابوالحسنین آل مصطفی قادری برکاتی

ولادت ۱۳۳۳ھ/ وفات ۱۳۹۴ھ

اور

احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں قادری برکاتی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

ولادت ۱۳۴۵ھ/ وفات ۱۴۱۶ھ

کے نام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد وہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ۲۷ر کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸ر کتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (خانقاہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

ترتیب

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ابتدائیہ

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں حضرت تاج الفحول کے رسائل کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہوئے فخر ومسرت محسوس کر رہی ہے۔ گزشتہ مرحلہ میں تاج الفحول کے عربی رسالے **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحه** اور **الکلام السدید فی تحریر الاسانید** ترجمہ اور ضروری حواشی کے ساتھ منظر عام پر آ چکے ہیں۔

آئندہ مرحلے میں اشاعت کے لئے تاج الفحول کے دو رسالے احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) اور تحفۂ فیض (فارسی) اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہیں۔ رب مقتدر کا فضل شامل حال رہا تو بہت جلد یہ دونوں رسائل بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے (انشاء اللہ)۔

زیر نظر مجموعہ ۴ر رسائل پر مشتمل ہے، یہ چاروں رسائل حضرت تاج الفحول کے شاگرد رشید اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے جلیل القدر فرزند حضرت مولانا سید شاہ حسین حیدر حسینی برکاتی مارہروی قدس سرہ کے سوال کے جواب میں تصنیف کئے گئے اور پھر آپ ہی نے ان کو مرتب کر کے شائع کروایا۔

حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین) خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم وچراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیان، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف، اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین ووارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاجدار مارہرہ

سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلما وحضرت احسن العلما کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم وتربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چبوترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات ومدائح حضور نور)

آپ کے پرپوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول ''آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنھوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ وتلقین کا رواج تھا'' (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۶ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹)

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے وصال پر آپ نے فارسی اور اردو میں تاریخی قطعات نظم کیے جو طوالع الانوار میں شائع ہو چکے ہیں (دیکھیے: طوالع الانوار: مولانا انوار الحق عثمانی، ص ۹۲، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، تسہیل وترتیب از راقم الحروف)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت ومحبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد وقیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ''سیف الاسلام'' کا رد ''مطرقۃ الاسلام'' کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ''صمصام الاسلا'' لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت ومحبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر ومرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں (سراج العوارف ص ۶۹، تذکرہ نوری ص ۱۲۹) آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں یہ چاروں

زیر نظر رسائل منظر عام پر آئے۔ رسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **رد روافض** (تاریخی نام ۱۲۹۱ھ) - یہ رسالہ تین سوالات پر مشتمل ہے: (۱) روافض کی اقتداء اور ان سے نکاح کا حکم، (۲) تعزیہ داری کا شرعی حکم، (۳) مجالس مرثیہ خوانی کا شرعی حکم۔ یہ تینوں سوالات حضرت سید حسین حیدر مارہروی قدس سرہ نے تاج الفحول کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا، پھر پہلے والے سوال و جواب پر معاصر علماء سے تصدیقات حاصل کیں، تصدیق کرنے والوں میں بدایوں، بریلی رامپور، مرادآباد اور فرنگی محل کے سرکردہ علماء شامل ہیں۔

پھر آپ نے کتابوں کی وہ عبارتیں جمع کیں جن کی طرف جواب میں اشارہ کیا گیا تھا اور اس تمام مواد کو ترتیب دے کر شائع کروادیا۔ یہ رسالہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

۲۔ **تکلمہ رد روافض** - حضرت سید حسین حیدر صاحب نے مختلف فیہ مسائل سے متعلق ۸ رسوالات مرتب کرکے ایک شیعہ مجتہد سید علی محمد کے پاس بھیجے، پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں بھیج کر یہ دریافت کیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ یہ رسالہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

۳۔ **اظہار الحق** - اس مختصر رسالہ میں آپ نے چار سوال مرتب کرکے پہلے ایک شیعہ مجتہد میر آغا کے پاس بھیجے پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں ارسال کرکے حکم شرع دریافت کیا۔ یہ رسالہ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق جولائی ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

یہ تینوں رسائل فارسی میں ہیں ان کا اردو ترجمہ اس بے بضاعت راقم الحروف نے کیا ہے۔

۴۔ **تصحیح العقیدۃ فی باب امیر معاویۃ** - یہ رسالہ فارسی میں محاربین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، اس کو بھی سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ

سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ''اختلاف علی ومعاویہ'' کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا اور اب تیسری مرتبہ اس کو مجموعہ رسائل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالہ میں موجود عربی، فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا تھا، اب اس جدید اشاعت میں عربی، فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمہ پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

چونکہ یہ چاروں رسائل خانوادۂ برکاتیہ کے ایک چشم و چراغ کے ترتیب کردہ ہیں اس لئے اس مجموعہ کا انتساب بھی انھیں کے خانوادے کی دو عظیم المرتبت ہستیوں کی طرف کرنا زیادہ مناسب تھا۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ ان رسائل کو مفید و نافع اور تاریک دلوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ ترجمہ و ترتیب میں مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں رب قدیر ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — اسید الحق قادری

۲۰؍ اپریل ۲۰۰۹ء — مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

ردروافض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

الحمد للہ العلی الاکبر و الصلاۃ و السلام علی صاحب الفضل الابین و الکمال الاظھر سیدنا و مولانا محمدن الشافع المشفع المبعوث إلی الاسود و الاحمر و علی آل بیتہ الاطھر خصوصاً علی سبطیہ الاکبر و الاصغر و اصحابہ اھل القدر الاشھر سیما خلیفتہٖ و صاحبہ الصدیق الاکبر الذی ھو بعد الانبیاء افضل البشر و مشیرہ الفاروق الاعظم المزین للمحراب و المنبر و رفیقہٖ ذی النورین الذی یدخل الجنۃ سبعون الفاً بشفاعتہٖ بغیر حساب کما ثبت فی الخبر، و اخیہ اسد اللہ الغالب الملقب بالحیدر القالع لباب الخیبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیھم ما طلع الشمس و القمر و سلم علیہ و علیھم بعدد قطرات المطر و ذرات المدر

امابعد

حقیر فقیر سید حسین حیدر مارہروی غفر اللہ لہ اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس زمانے میں (۱۲۹۱ھ میں) ہمارے یہاں کے اکثر قصبات اور دیہات میں روافض اور شیعوں سے رشتہ داری قائم کرنے اور مناکحت وغیرہ کرنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور اس فرقے سے میل جول کی وجہ سے بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے اس سلسلہ میں ایک سوال مرتب کیا اور اس کو مشہور علماء اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کیا، الحمد للہ علماء نے جواب عنایت فرما کر مجھ حقیر کو ممنون فرمایا۔ چونکہ علماء نے بعض جوابات میں صرف حوالہ کتب پر اکتفا کیا تھا اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے میں نے وہ عبارتیں بھی درج کر دی ہیں، اب اس رسالہ کا نام ''ردروافض'' رکھتا ہوں، یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

سوال بخدمت علمائے اعلام وفضلائے کرام

جمہور اہل سنت کے نزدیک روافض اپنے مسلمہ عقائد کی بنیاد پر مسلمان ہیں یا کافر؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب وھو الموفق للصواب - روافض اکثر عقائد میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں، لہٰذا اسلام وکفر کی رو سے ان کا حکم بھی مختلف ہوگا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی رافضی ائمہ اہل بیت نبویہ (علیہم الثناء والتحیۃ) کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر فضیلت دیتا ہے تو جمہور اہل سنت کے مذہب پر وہ یقینا کافر ہے، اس کی اقتداء میں نماز اور اس سے رشتہ مناکحت حرام محض ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت خیر الانام (علیہ الف الف تحیۃ والصلاۃ والسلام) کی جانب اس بات کی نسبت کو جائز رکھے کہ آپ نے (معاذ اللہ) تبلیغ اسلام میں سستی یا تقیہ سے کام لیا تو وہ بھی بہر حال کافر ہے۔ یوں ہی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد اہل بیت پر نزول وحی کا اعتقاد رکھے وہ بھی کافر ہے، اسی طرح جو شخص قرآن کریم کو تحریف شدہ مانے اور یہ کہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے بعد اپنی جانب سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کر لی تھی وہ بھی کافر ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے اور صرف کلمہ توحید ورسالت پڑھنے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے آدمی مسلمانوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا اگر وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر رہا ہے، روافض میں سے جو لوگ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہاں البتہ دوسرے اصول عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا انکار یا اِن پیشوایان دین پر تبرا اور لعن طعن کرنا وغیرہ تو ایسے لوگوں کے حکم کفر میں اختلاف ہے۔ بہت سے فقہا نے ان پر حکم کفر لگایا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں بلکہ مبتدع ہیں، محققین متکلمین نے یہی قول اختیار فرمایا ہے۔

روافض میں سے وہ لوگ جو جملہ اصول عقائد میں اہل سنت جماعت کے موافق ہیں بس

صرف چند مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، مثال کے طور پر یہ لوگ جناب مرتضوی کو قرب الٰہی اور کثرت ثواب میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتے ہیں پس ایسے لوگ بالاجماع کافر نہیں ہیں، البتہ جمہور کی مخالفت کی وجہ سے خاطی اور گناہگار ہیں، ان آخری دو قسموں کا حکم یہ ہے کہ منکرین خلافت خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء نے احتیاطاً بطلان کا حکم بھی دیا ہے اور دوسرے والے شخص (یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقرب رب اور کثرت ثواب میں افضل مانتا ہو) کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تنزیہی ہے۔ قاضی عیاض کی شفائ، ملا علی قاری اور خفاجی کی شروحات، حاشیہ شامی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

والعلم عنداللہ العلی الاکبر

کتبہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

تصدیقات علماء بدایوں

الجواب صحیح: (۱) نوراحمد بدایونی (۲) اعجاز احمد (۳) جمیل الدین بدایونی (۴) سدید الدین بدایونی (۵) فصیح الدین بدایونی (۶) محب احمد قادری (۷) فضل مجید فاروقی (۸) علی اسد بدایونی (۹) غلام غوث غوثی عباسی۔

تصدیقات علماء بریلی

هوالصواب	الجواب صحیح	صح الجواب	الجواب صحیح
محمد ہدایت علی عفی عنہ	محمد نقی علی خاں	احمد رضا خاں	محمد احسن صدیقی

تصدیق از مراد آباد

هٰذا الجواب صحیح اس کی موئیدوہ عبارت ہے جو ردالمحتار میں مرقوم ہے:

ولهٰذا يظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيده الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل علياً او يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر۔

ترجمہ: اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اگر رافضی ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت علی کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل نے وحی لانے میں غلطی کر دی یا صدیق اکبر کی صحبت کے منکر ہوں یا حضرت سیدہ عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائیں ایسا شخص کافر ہے، ضروریات دین کی مخالفت کی وجہ سے برخلاف اس کے کہ کوئی حضرت علی کو افضل مانے یا صحابہ کو سب و شتم کرے تو وہ مبتدع ہے کافر نہیں۔

فقط محمد عالم علی مراد آبادی عفی عنہ

تصدیقات علماء رامپور

بلاشبہ وہ رافضی جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ کافر ہے اور حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ ابن ہمام کی تحریر اور نور الانوار سے سمجھ میں آ رہا ہے۔

فقط محمد ارشاحسین مجددی عفی عنہ

دستخط: علاء الدین احمد احمدی، محی الدین محمد عبد القادر احمدی، محمد عبد القادر۔

تصدیقات علماء لکھنؤ

اصاب من اجاب فی الواقع جو روافض ضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں وہ فاسق ہیں، ابوشکور سالمی تمہید میں لکھتے ہیں:

کلام الروافض مختلف فبعضه یکون کفراً وبعضه لا، فلو قال ان علیاً کان الٰهاً نزل من السماء کفر، ولو قال ان النبوة کانت لعلی وجبریل اخطاء کفر، ومنهم من قال ان علیا افضل من رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهذا کله کفر، واما الذی یکون بدعة ولا یکون کفر فهو قولهم ان علیاً افضل من الشیخین ومنهم من قال یجب اللعن علی من خالف علیاً وهٰذا کله ومایشبه بدعة لیس بکفر لانه صادر عن تاویل۔

(ترجمہ:) رافضیوں کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض نہیں، اگر کسی نے کہا کہ حضرت علی اللہ تھے آسمان سے نازل ہوئے تھے تو وہ کافر ہے، اگر کہا کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبریل نے غلطی کر دی تو وہ بھی کافر ہے۔ روافض میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہیں تو یہ ساری باتیں کفر ہیں اور وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں ہیں تو ان میں سے رافضیوں کا یہ قول کہ حضرت علی شیخین سے افضل ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں جس شخص نے بھی علی کی مخالفت کی اس پر لعنت کرنا واجب ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں کفر نہیں کیونکہ یہ تاویل سے صادر ہیں۔

واللّٰہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللّٰہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

ھوالمصوب- صاحب بحرالرائق شرح کنزالدقائق فرماتے ہیں:

فاولی ماذکرہ فی باب البغاۃ ان ھٰذاالفروع المنقولۃ فی الفتاویٰ من التکفیر لم تنقل عن الفقھاء ای المجتھدین وانما المنقولۃ عنھم عدم تکفیر من کان من قبلتنا حتی لم یحکموا بتکفیر الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین و اموالھم و سب اصحاب النبی ﷺ لکونہ عن تاویل و شبھۃ ولا عبرۃ بغیر المجتھدین وذکر فی المسائرۃ ان ظاھر قول الشافعی وابی حنیفۃ انہ لا یکفر احدمنھم وان رویٰ عن ابی حنیفۃ انہ قال لجحم اخرج عنی یا کافر حملاً علی السبیۃ وھو مختار الرازی وذکر فی شرحھا للکمال ابن ابی شریف ان عدم تکفیرھم ھو المنقول عن جمھور المتکلمین والفقھاء فان الشیخ اباالحسن الاشعری قال فی کتاب مقالات الاسلامیین اختلف المسلمون بعد النبی ﷺ فی اشیاء ضلل بعضھم بعضاً وتبرأ بعضھم عن بعضٍ فصاروافرقاًمتبائنین الاان الاسلام لجمعھم ویعمھم۔

بہتر وہ ہے جو انھوں نے باب البغاۃ میں ذکر کیا ہے کہ تکفیر کے سلسلہ میں فتاویٰ میں جو فروع منقول ہیں وہ فقہا یعنی مجتہدین سے منقول نہیں ہیں بلکہ مجتہدین سے تو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا منقول ہے، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے ان خوارج پر بھی حکم کفر نہیں لگایا ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور اصحاب نبی کو سب و شتم کرتے ہیں، (مجتہدین کے تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) یہ باتیں تاویل اور شبہہ کی بنیاد پر ہیں اور غیر مجتہدین کا اعتبار نہیں۔

مسائرہ میں ہے کہ امام شافعی اور ابوحنیفہ کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ اہل قبلہ

میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگر چہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جہم بن صفوان کو "یا کافر" کہہ کر مخاطب کیا تھا لیکن اس کو سب وشتم پر محمول کیا جاتا ہے اور یہی امام رازی کا مختار ہے۔

مسائرہ کی شرح میں کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ہی جمہور متکلمین وفقہا سے منقول ہے، اس لئے کہ شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف ہو گیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ الگ الگ فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع اور عام ہے"۔

حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ "رسائل ارکان" میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم ان المبتدع الذی یصلی إلی القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وماروی عن الامام ابی حنیفة من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق الکافر من الکفران ای کافر النعمة لا من الکفر الذی هو مقابل الایمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خلفه ثواب الجماعة لکن یکره عند وجود غیر المبتدع مبتدع لم یصل بدعة إلی ان یصلی عند کونه اماماً للسنی بلانیة اویلعن فی الصلاة علیه اوعلی مقتداهم اویصلی بلا طهارة للتعنت او کان فی وضوئه وتغسله شبهة واما هٰذا المبتدع فلا یجوز الصلوٰة خلفه البتة وماروی عن الامامین ابی حنیفة والشافعی فساد الصلوٰة خلف الشیعة فالمراد بالشیعة من کان دیدنهم السب وکان فی ادعیة الصلوٰتیة سب الصحابة الاخیار ولا یرون الامامة فی الصلوٰة جائزه ولا شک فی فساد الصلوٰة خلف هٰذه

الفئة من الشيعة و اما الشيعة الذين يفضلون علياً على الشيخين ولا يطعنون فيها اصلاً كالزية فيجوز خلفهم الصلوٰة لكن يكره كراهة شديدة۔

جاننا چاہیے کہ وہ مبتدع جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو ائمہ اربعہ نے اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا اور وہ جو امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے'' تو یہاں کافر کفران سے ہے یعنی وہ شخص نعمت کا ناشکرا ہے، اس میں کافر اس کفر سے مشتق نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، رہا وہ مبتدع جس کے پیچھے نماز پڑھنے والا جماعت کا ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ ایسا مبتدع ہے کہ اس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ جب وہ کسی سنی کا امام بنے تو بغیر نیت کے نماز پڑھا دے، یا نماز میں سنی پر یا اس کے مقتدیٰ پر لعنت کرے، ضد میں بغیر طہارت کے نماز پڑھا دے، یا اس کے وضو یا غسل (کی صحت) میں شبہ ہو، کیونکہ ایسے مبتدع کی اقتداء میں بہر حال نماز جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی سے یہ جو مروی ہے کہ ''شیعہ کے پیچھے نماز فاسد ہے'' تو اس قول میں شیعہ سے وہ شیعہ مراد ہے کہ صحابہ پر سب وشتم کرنا جس کی عادت میں شامل ہو اور جن کی نماز کی دعاؤں میں صحابہ اخیار پر سب وشتم شامل ہو، اور امامت کو نماز میں جائز نہ سمجھتے ہوں، اس قسم کے شیعوں کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، رہے وہ شیعہ جو صرف حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان حضرات پر طعن نہ کرتے ہوں جیسے زیدیہ وغیرہ تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ بکراہت شدیدہ ہے''۔

حضرت بحر العلوم شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وازیں جهت که مستحل ذنب کافر ست بعض متاخرین تکفیر امامیه می کنند چه آنها سب شیخین حلال میدانند و نیز خلافت صدیق را که باجماع ثابت است انکار می کنند، وشیخ ابن همام گفته در شرح هدایه در باب امامت که امام ابوحنیفه و امام شافعی نماز پس آنها باطل میدانند واگر کافر نبودندے نزد آن امامین نماز باطل نبودے چه نماز پس مبتدع صحیح است لیکن مکروه، وصاحب بحر الرائق گفته که روایت از قدماء مروی نشده وایں فقیر گوید که ظاهر قول صاحب بحر الرائق است، چه روافض امامیه سب را حلال نمیدانند باقیام دلیل، واوشان دلیل را قائم نمی دانند بلکه ماول اند واجماع را مسلم نمی دانند وماول کافر نمی شود چنانچه بالا گزشته است و امامین ابوحنیفه و شافعی تکفیر احدے از اهل قبله نمی کنند واوشاں بکفر کس نمی گویند، مگر آں که دلیل قطعی باشد چوں ابوجهل وابولهب وابلیس وابوطالب، ومراد امام از فاجر آں کس ست که مومن یقینی باشد مع هذا فسقے کرده باشد خواه در اصول چوں زیدیه و معتزله وخواه در فروع چوں حجاج وغیره پس شیعه خارج شدند ونماز پس ایشاں جائز نیست چه آنها مومن یقینی نیست اند، جابر ابن عبداللہ که صحابیؓ کامل است می فرمایند که شیعه کافر اند پس عدم جواز نماز پس شیعه بشبه کفر ست نه برائے کفر حقیقی پس مندفع شد استدلال ابن همام بتکفیر شیعه۔

”گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین نے امامیہ کی تکفیر کی ہے، کیونکہ یہ لوگ سب شیخین کو حلال جانتے ہیں اور خلافت صدیق کا جو کہ اجماع سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں، شرح ہدایہ کے باب امامت میں شیخ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ: ”امام ابوحنیفہ اور امام شافعی امامیہ کے پیچھے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ کافر نہ ہوتے تو ان

دونوں اماموں کے نزدیک ان کے پیچھے نماز باطل نہ ہوتی، اس لئے کہ مبتدع کے پیچھے نماز صحیح ہے مگر مکروہ ہے"۔ اور صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ "اس بارے میں قدماء سے کوئی روایت مروی نہیں ہے"۔ یہ فقیر (یعنی بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) کہتا ہے کہ صاحب بحر الرائق کا قول ظاہر ہے کیونکہ روافض امامیہ قیام دلیل کے ساتھ (سب وشتم کو) حلال نہیں جانتے اور یہ لوگ (سب وشتم کی حرمت پر) دلیل کو قائم ہی نہیں مانتے، بلکہ تاویل کرتے ہیں اور اجماع کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا اور دونوں امام ابو حنیفہ اور شافعی اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور یہ کسی کے کفر کے بارے میں (اس وقت تک) کچھ نہیں کہتے جب تک کہ دلیل قطعی موجود نہ ہو جیسے کہ ابو جہل، ابولہب، ابلیس اور ابو طالب وغیرہ اور فاجر سے امام کی مراد ایسا شخص ہے جو مومن یقینی ہو اس کے ساتھ ساتھ فسق بھی کرتا ہو یہ فسق خواہ اصول عقائد میں ہو جیسے زیدیہ اور معتزلہ خواہ فروع میں ہو جیسے حجاج وغیرہ پس شیعہ اس سے خارج ہو گئے اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ مومن یقینی نہیں ہیں۔ جابر بن عبداللہ جو کامل صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں۔ لہٰذا شیعہ کے پیچھے نماز کا عدم جواز کفر کے شبہ کی وجہ سے ہے نہ کہ کفر حقیقی کی بنیاد پر، اس سے ابن ہمام کا استدلال مندفع ہو گیا جو انھوں نے شیعوں کی تکفیر کے بارے میں کیا تھا"۔

واللہ اعلم

حررہ ابوالاحیا محمد نعیم فرنگی محلی عفی عنہ

کتب معتبرہ کی عبارتیں

اب اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن کا حوالہ پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہے، امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

وکذلک من دان بالوحدانیة وصحت النبوة ونبوة نبینا علیه الصلوٰة والسلام ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابه ادعی فی ذلک المصلحة بزعمهم اولم یدعها فهو کافر باجماع کالمتفلسفین وبعض الباطنیة، والروافض...... وکذلک من انکر القرآن اوحرفاً منه او غیر شیئاً منه اوزاد فیه کفعل الباطنیة والاسماعیلیة ... وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمه افضل من الانبیائ۔

''اسی طرح جو شخص وحدانیت، نبوت کی صحت اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا اقرار کرے لیکن انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں اس کے بارے میں ان پر جھوٹ کو جائز رکھے خواہ کسی مصلحت کے دعوے کے ساتھ یا بغیر مصلحت کے تو وہ بالاجماع کافر ہے، جیسے فلاسفہ، بعض باطنیہ اور روافض.......... اور اسی طرح جو شخص قرآن کا انکار کرے یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں کچھ تبدیلی کرے یا کچھ زیادہ کرے جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے کیا........... اور اسی طرح ہم قطعی طور پر غالی رافضیوں کی تکفیر کرتے ہیں ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ائمہ انبیاء سے افضل ہیں''۔

قاضی عیاض شفاء میں مزید فرماتے ہیں:

وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلو فی جمیع اقطار الارض المکتوب فی المصحف بایدی المسلمین مما جمعه الدفتان من اول الحمدللہ رب العالمین الی آخر قل اعوذ برب الناس انه کلام

اللہ تعالیٰ و وجه المنزل علی نبیه محمد ﷺ و ان جمیع مافیه حق و ان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلک اوبدّله بحرف آخر مکانه اوزاد فیه حرفاً مما لم یشمل علیه المصحف الذی وقع علیه الاجماع و اجمع علی انه لیس من القرآن عامداً لکل ھٰذا انه کافر ولھٰذا روی مالک قتل من سب عائشة بالغیریة لانه خالف القرآن ومن خالف القرآن قتل لانه کذب بمافیه۔

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ قرآن جو تمام روئے زمین پر تلاوت کیا جاتا ہے، جو مصحف میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں لکھا ہوا موجود ہے، الحمدللہ رب العالمین کے شروع سے لے کر قل اعوذ برب الناس کے ختم تک اللہ کا کلام ہے اور اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب حق ہے، جس شخص نے قصداً اس کے کسی حرف میں کمی کی، یا اس کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، یا اس میں کسی ایسے حرف کو زیادہ کر دیا کہ اس مصحف میں شامل نہیں ہے جس پر اجماع واقع ہوا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ (زیادہ کیا جانے والا) حرف قرآن میں سے نہیں ہے، تو قصداً ایسا کرنے والا شخص کافر ہے اسی لیے امام مالک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کے قتل کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی اور جس نے قرآن کی مخالفت کی قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن کی مخالفت اس میں وارد احکام کی تکذیب ہے"۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

من آیات دالة علی برائتها و انما اکتفی النبی ﷺ بحد القذف علی قاذفیها لما صدر عنهم قبل براءة ساحتها فحینئذ لاوجه

لتخصیص مالک فان اجماع العلماء علی ذلک۔

ترجمہ: ''(یعنی یہ تکذیب) ان آیتوں کی ہے جو حضرت عائشہ کی براًت پر دلالت کر رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ پر تہمت لگانے والے کو صرف حد قذف لگوائی (قتل نہیں کروایا) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ تہمت اس وقت لگائی تھی جب آپ کی براًت نازل نہیں ہوئی تھی، لہٰذا (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کی سزا قتل ہے) اس کی تخصیص صرف امام مالک کے ساتھ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

شفا اور شرح شفا میں مزید ہے کہ:

وکذلک نکفر من اعترف من اصول الصحیحۃ... کاکثر الروافض القائلین بمشارکۃ علی فی الرسالۃ للنبی ﷺ و بعدہ وکذلک کل امام عندھؤلا یقوم مقامہ فی النبوہ و الحجۃ۔

ترجمہ: ''اسی طرح ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اصول صحیحہ کا اعتراف تو کرتا ہو (مگر ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو) جیسے اکثر روافض جو نبی کریم ﷺ کی رسالت میں حضرت علی کو شریک کرنے کے قائل ہیں، اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک ان کے تمام ائمہ نبوت و حجت میں حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں''۔

قاضی عیاض شفاء میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وسب آل نبی وازواجہ واصحابہ علیہ السلام وتنقیصھم حرام...... وقداختلف العلماء فی ھٰذا ای فی ساب الصحابۃ فمشھور مذھب مالک رحمہ اللہ الموافق للجمھور ......

وقال ای مالک ایضاً من شتم احد امن اصحاب النبی ﷺ ابابکر او عمر او عثمان او علیاً او معاویۃ او عمرو بن العاص فان

قال كانوا علی ضلال و کفر قتل وان شتم بغیر هٰذا من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیداً۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کی آل آپ کی ازواج اور آپ کے اصحاب کو سب وشتم کرنا اوران کی تنقیص کرنا حرام ہے .... ایسے شخص (جس نے صحابہ کو سب وشتم کیا ہو) کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک کا مذہب جو جمہور کے موافق ہے مشہور ہے، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی کو برا کہا مثلا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ تو اگر اس نے یہ کہا کہ یہ لوگ گمراہی یا کفر پر تھے تو وہ قتل کیا جائے گا اور اگر ایسے گالی گلوچ کی جیسے لوگوں سے کی جاتی ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی''۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کے باب امامت میں فرمایا:

ویکره تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف مابه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً بخلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتدار به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی إلی الکفر عند اهل السنة اما لو کان مؤدیاً الی الکفر فلا یجوز اصلاً کالغلاة من الروافض الذین یدعون الالوهیة لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنه او ان النبوة کانت له فغلط جبریل ونحو ذلک مما هو کفر وکذا من یقذف الصدیقة او ینکر صحبة الصدیق او خلافته وکالجهمیة والقدریة والمشبهة القائلین بانه تعالیٰ جسم کالاجسام ومن ینکر الشفاعة او الرؤیة او عذاب القبر او الکرام

الکاتبین و اما من یفضل علیاً فحسب فھو من المبتدعة الذین یجوز الا قتداء بھم مع الکراھة و کذا من یقول انه تعالٰی جسم لا کالاجسام وم قال انه تعالٰی لا یری لجلالتہٖ وعظمتہٖ، وروی محمد عن ابی یوسف و ابی حنیفة ان الصلوة خلف اھل الاھواء لا یجوز کانه بناء علی ماعن ابی یوسف انه قال لا یجوز الا قتداء بالمتکلم وان تکلم بالحق، قال الھنداوی یجوز ان یکون مراده من یناظر فی دقائق علم الکلام وقال صاحب المجتبیٰ یجوز ان یرید الذی قرره ابو حنیفة حین رای ابنه حماد ان یناظر فی الکلام فنھاه فقال رایتک تناظر فیه فقال کنا نناظر و کان علی رؤسنا الطیر مخافة ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلة صاحبکم ومن اراد زلة صاحبہٖ فقد اراد ان یکفر فھو قد کفر قبل صاحبہٖ وھٰذا المتکلم لا یجوز الاقتداء بہٖ۔

واعلم ان حکم بکفر من ذکرنا من اھل الاھواء ونحوھم مع ماثبت عن ابی حنیفة و الشافعی من عدم تکفیر اھل القبلة من المبتدعة کلھم محمله ان ذلک المعتقد نفسه کفر فالقائل به قائل بما ھو کفر وان لم یکفر بناء علٰی کون قولہٖ ذلک عن استفراغ وسعہٖ مجتھداً فی طلب الحق لکن جزمھم ببطلان الصلاة خلفھم لا یصح ھٰذا لجمع الا ان یراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة والافھو مشکل ھٰکذاذکره الشیخ کمال الدین ابن ھمام وعلی ھٰذا یجب ان یحمل المنقول علی ماعدا غلاة الروافض فان امثالھم لم یحصل منھم یذل وسع فی الاجتھاد فان القول بان علیاً ھو الالٰه اوبان جبریل غلط ونحو

ذلک من السخف انما ھو متبع محض لھوا و ھو اسوء حالاً ممن قال ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی فلا یتاتی من مثل الامامین ان یحکم بانھم من اکفر الکفرۃ و انما کلامھما فی مثل من لہ شبھۃ فیما ذھب الیہ و ان کان ماذھب الیہ عند التحقیق فی حد ذاتہٖ کفراً کمنکر الرؤیۃ و عذاب القبر و نحو ذلک فان فیہ انکار حکم النصوص المشھورۃ و الاجماع إلا ان لھم شبھۃ قیاس الغائب علی الشاھد و نحو ذلک مما علم فی الکلام و کمنکر خلافۃ الشیخین و السب لھما فان فیہ انکار حکم الاجماع القطعی الا انھم ینکرون حجۃ الاجماع باتھامھم الصحابۃ لکان لھم فی الجملۃ و ان کانت ظاھر البطلان بالنظر الی الدلیل فبسبب تلک الشبھۃ التی ادیٰ الیھا اجتھادھم لم یحکم بکفرھم من ان معتقدھم کفر احتیاطاً بخلاف ما ذکرنا من الصلوٰۃ فتامل۔

ترجمہ: اور نماز کے لئے مبتدع کو بھی آگے کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے فاسق ہے، یہ فاسق اس فاسق سے زیادہ شدید ہے جو عمل کے اعتبار سے فاسق ہو، اس لئے کہ فاسق عملی اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے، ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے، برخلاف مبتدع کے، اور یہاں مبتدع سے ایسا شخص مراد ہے جو اہل سنت و جماعت کے مخالف عقیدہ رکھے، مبتدع کی اقتداء جائز ہے کراہت کے ساتھ اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو اہل سنت کے نزدیک کفر تک پہنچانے والا ہو، رہا وہ مبتدع جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو کفر تک پہنچانے والا ہو تو ایسے شخص کی اقتداء ہرگز جائز نہیں ہے جیسے غالی رافضی جو حضرت علی کے لیے الوہیت کا دعویٰ

کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی جبریل سے پہنچانے میں غلطی ہوئی اور اسی طرح کے کفریہ عقائد وغیرہ اور اسی طرح وہ شخص بھی جو حضرت عائشہ پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت صدیق کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا آپ کی خلافت کا انکار کرتا ہو اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ فرقے اور وہ مشبہہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عام جسموں کی طرح جسم ہونے کے قائل ہوں اور وہ شخص جو شفاعت، رویت باری، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرے۔

رہا وہ شخص جو صرف حضرت علی کی تفضیل کا قائل ہے تو وہ ان مبتدعین میں سے ہے جن کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے مگر عام جسموں کی طرح نہیں یا یہ کہے کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے اس کی جلالت وعظمت کی وجہ سے۔

امام محمد نے قاضی ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اہل ھواء و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے جو ابو یوسف سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ متکلم کی اقتداء جائز نہیں۔ اگر چہ حق بات کہتا ہو۔ ہنداوی نے کہا کہ ممکن ہے اس سے ان کی مراد وہ متکلم ہو جو علم کلام کی باریکیوں میں بحث و مناظرہ کرتا پھرتا ہو، صاحب مجتبیٰ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ان کی مراد ابو حنیفہ کا وہ قول ہو جو انھوں نے اس موقع پر فرمایا تھا جب اپنے بیٹے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو آپ نے بیٹے کو منع فرمایا۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے آپ کو بھی اس میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم مناظرہ کرتے تھے (اور اتنے سکون و اطمینان سے کرتے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ہم ڈرتے تھے کہ ہمارا

مد مقابل لغزش نہ کر بیٹھے اور اب تم لوگ مناظرہ کرتے ہو اور (مناظرہ میں) یہ چاہتے ہو کہ تمہارا مقابل غلطی کرے، جس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل غلطی کرے گویا اس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل کفر کرے، تو وہ اپنے مقابل سے پہلے کافر ہو گیا اور یہی وہ متکلم ہے جس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ جن اہل اھواء و بدعت کا ہم نے ذکر کیا ان پر حکم کفر لگانا جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ثابت ہے کہ اہل قبل کی تکفیر نہیں کی جائے گی (تو یہ حکم کفر) اس بات پر محمول ہے کہ وہ نفس اعتقاد کفر ہے، تو اس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے جو کفر ہے۔ اگر چہ اس کی تکفیر اس بنیاد پر نہیں کی جائے گی کہ اس کا یہ قول طلب حق کی کوشش کرتے ہوئے اپنی استطاعت کو کشادہ کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن ان کا اس بات پر جزم کرنا کہ ایسے بدعقیدہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے ہاں اگر عدم جواز سے مراد یہ لیا جائے کہ نماز درست ہونے کے باوجود حلال نہیں ہے (اگر یہ مراد نہ لیا جائے تو) یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اس بنیاد پر ضروری ہے کہ منقول کو محمول کیا جائے غالی رافضیوں کے علاوہ پر، اس لیے کہ یہ اور ان کی طرح کے دوسرے لوگوں نے حق کی تلاش میں جدو جہد اور کوشش نہیں کی کیونکہ حضرت علی کو الٰہ ماننا یا پھر وحی لانے میں جبریل کے غلطی ہونے کی بات کہنا وغیرہ یہ سب محض نفس واھواء کی بنیاد پر ہے، یہ لوگ ان لوگوں سے برے حال میں ہیں جو یہ کہتے ہیں **مانعبدھم الا لیقربونا إلی اللہ زلفی** تو ان دونوں اماموں (یعنی ابوحنیفہ اور شافعی) سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر نہ کہیں بلکہ ان دونوں

حضرات کا کلام ان لوگوں کے بارے میں ہے جس کے اختیار کردہ موقف میں شبہ ہو۔ اگر چہ عندالتحقیق ثابت ہو جائے کہ ان کا موقف فی نفسہٖ کفر ہے جیسا کہ رویت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا منکر، چونکہ اس میں نصوص مشہورہ کے حکم اور اجماع کا انکار ہے مگر یہ کہ اس معاملہ میں ان کے شبہات ہیں کہ انھوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر لیا ہے اور جیسے شیخین کی خلافت کا منکر، کیونکہ اس میں اجماع قطعی کے حکم کا انکار ہے مگر یہ کہ وہ لوگ اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتے ہیں صحابہ پر اتہام کرنے کی وجہ سے، لہٰذا فی الجملہ ان کے لئے ایک شبہ ہے جو اگر چہ دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر البطلان ہے۔ تو وہ شبہ جس کی طرف ان کو ان کا اجتہاد لے گیا ہے اس کی وجہ سے احتیاطاً ان کی تکفیر کا حکم نہ دیا جائے گا، اگر چہ ان کا معتقد کفر ہو، برخلاف ان کی اقتداء کے حکم کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا''۔

فتاویٰ عالمگیری میں فرمایا:

قال المرغنانی یجوز الصلاۃ خلف صاحب ھویٰ و بدعۃ ولا یجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القرآن و حاصلہٗ ان کان ھولا یکفر صاحبہ یجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراھیۃ والافلا ھٰکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھٰکذا فی البدائع۔

ترجمہ: مرغنانی نے کہا کہ صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے مگر رافضی جہمی، قدری، مشبہہ اور خلق قرآن کے قائل کے پیچھے جائز نہیں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز جائز ہے ورنہ نہیں، یہی تبیین

الحقائق اور خلاصہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والجمع بین قولهم لا نكفر احدا من اهل القبلة وقولهم يكفر من قال بخلق القرآن او استحالة الرؤية اوسب الشيخين او لعنهما وامثال ذلک مشكل كما قال شارح العقائد وكذا قال شارح المواقف ان جمهور المتكلمين والفقهاء على انه لا يكفر احدا من اهل القبلة وقد ذكر فی كتب الفتاویٰ ان سب الشيخين كفر وكذا انكار اما متهما كفر ولا شک ان امثال هٰذه المسئله مقبولة بين جمهور المسلمين فالجمع بين القولين المذكورين مشكل۔ ووجه الاشكال عدم المطابقة بين المسائل الفرعية والدلائل الاصولية التی من جملتها اتفاق المتكلمين على عدم تكفير اهل القبلة المحمدية ويدفع الاشكال بان نقل كتب الفتاویٰ مع جهالة قائلهٖ وعدم اظهار دلائلهٖ ليس بحجة من ناقلهٖ اذمدار الاعتقاد فی المسائل الدينية على الادلة القطعية على ان فی تكفير المسلم قد يترتب مفاسد جلية وخفية فلا يفيد قول بعضهم انما ذكروه بناء على الامور التهديدية والتغليظية ولا يخفی انه يمكن ان يقال فی رفع الاشكال ان جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم احتياطاً لا يستلزم جزمهم بكفرهم الا ترىٰ انهم جزموا ببطلان الصلاة مستقبلة الى الحجر احتياطاً مع عدم جزمهم انه ليس من البيت بل حكموا بموجب ظنهم فيه انه منه فاوجبوا الطواف من ورائهٖ ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم

وحشر الاجساد وعلم اللّٰہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہٖ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر اونفی علمہٖ سبحانہ بالجزئیات لایکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیٔ من امارات الکفر وعلاماتہٖ ولم یصدر عنہ شیٔ من موجباتہٖ۔

ترجمہ: ’’علماء کے قول ’’ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے‘‘ اوران کے اس قول کہ ’’جوقرآن کومخلوق کہے یارویت باری کومحال کہے یاشیخین کو سب وشتم اورلعنت کرے وہ کافر ہے‘‘ اوراسی قسم کے دوسرے اقوال کے درمیان جمع وتطبیق مشکل ہے، جیسا کہ شارح عقائد نے فرمایا ہے۔ اسی طرح شارح مواقف فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین وفقہانے فرمایا کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ کتب فتاویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سب شیخین کفر ہے اسی طرح ان کی امامت وخلافت کا انکار کفر ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل کی امثال عام مسلمانوں کے درمیان مقبول ہیں۔ تو اب ان دونوں اقوال کے درمیان جمع وتطبیق مشکل ہے۔

اس اشکال کی وجہ یہ ہے مسائل فروعیہ اور دلائل اصولیہ کے درمیان مطابقت نہیں ہو پارہی ہے، دلائل اصولیہ ہی سے یہ بات بھی ہے کہ عدم تکفیر اہل قبلہ پر متکلمین کا اتفاق ہے اور یہ اشکال اس طرح دفع کیا گیا ہے کہ کتب فتاویٰ کی نقل قائل کے مجہول ہونے اور اس کے دلائل ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسائل دینیہ میں ادلۂ قطعیہ پر دارومدار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے میں بہت سے ظاہر

اور پوشیدہ مفاسد مرتب ہوتے ہیں، یہاں پر بعض حضرات کا یہ کہنا مفید نہ ہوگا کہ (فقہا نے کتب فتاویٰ میں) ان کی تکفیر صرف تہدید وتغلیظ کے طور پر فرمائی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اشکال رفع کرنے کے لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے احتیاطاً نماز کے فساد کا جزم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی تکفیر کا بھی جزم کرلیا جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہا نے احتیاطاً اس شخص کی نماز کے فساد کا جزم کیا ہے جو حجر اسود کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے، اس کے باوجود انھوں نے اس کا جزم نہیں کیا کہ حجر اسود بیت اللہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اپنے ظن غالب کے مطابق انھوں نے حکم لگایا ہے کہ حجر اسود بیت اللہ کا حصہ ہے، لہٰذا انھوں نے اس کے سامنے سے طواف کو واجب قرار دیا ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کے تمام کلیات و جزئیات کے جاننے کا اعتقاد اور اسی قسم کے دیگر ضروری مسائل۔ جو شخص پوری زندگی طاعت وعبادت میں گزار دے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے یا اجسام کے حشر نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات نہ جاننے کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور موجبات کفر میں سے کوئی بات ان سے صادر نہ ہو"۔

الحمد للہ تعالیٰ علی ختم الکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

☆☆☆

تعزیہ داری کے متعلق فتویٰ

سوال: ماہ محرم میں افعال خیر اور ان کا ثواب کربلا معلّٰی کے شہدا کرام علیہم السلام کی ارواح کو بخشنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ملک ہندوستان میں رائج ہے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب: افعال خیر کے نام پر ہندوستان میں جو چیزیں رائج ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ امور خیر کہ واقعی جن کا مطلقاً خیر ہونا شرع شریف سے ثابت ہے اور ماہ محرم میں ایصال ثواب کی نیت سے کیے جاتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ امور خیر مثلاً ختم قرآن شریف، محبوبان حق سبحانہ کے صحیح حالات کا ذکر کرنا، مساکین پر صدقہ کرنا اور تمام مسلمین کو ہدایا اور تحفے دینا ان (سارے کاموں) کا خیر اور نیکی ہونا مطلقاً نصوص دین سے ثابت ہے، یہ کام کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ کیے جائیں موجب ثواب و برکت ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو بخشنا درست ہے اور

(ایسا کرنا) نفع وفائدہ کا سبب ہے۔لہٰذا محرم الحرام میں ایام شہادت جناب امام حسین کی مناسبت اور تعلق سے اس قسم کے کار خیر کرنا شرعاً موجب خیر و برکت ہے اور ایصال ثواب کے ارادے سے یہ امور خیر انجام دینا نہایت مناسب اور موجب ثواب ہے۔

دوسرے فرضی نیک کام کہ جن کو اہل ہند نے نیک کام گمان کر لیا ہے اور در حقیقت قواعد شرعیہ کی رو سے ان کا نیک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ان کا برا ہونا شریعت سے ثابت ہے پس ایسے کاموں کو کرنا موجب گناہ ہے اور ان کی نسبت جناب امام ہمام (حسین) علیہ السلام کی طرف کرنے سے شریعت کا حکم تبدیل نہ ہوگا۔

انھیں کاموں میں سے ایک کام تعزیہ داری بھی ہے کہ لکڑی اور کاغذ وغیرہ سے تعزیہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کو امام ھمام (حسین) کا روضہ قرار دے کر بازار اور گلی کوچوں میں گشت کرایا جاتا ہے اور جنگل میں لے جا کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، دراصل اتنا ہی تعزیہ داری کی حقیقت و ماہیت ہے، باقی اس میں دوسری چیزیں مثلاً تصاویر وغیرہ اس کے زوائد وعوارض ہیں، اس سے قطع نظر کہ ان زوائد وعوارض سے گناہ صغیرہ وکبیرہ لازم آرہے ہیں صرف تعزیہ داری اور اس کو کار ثواب سمجھنا بھی قواعد شرعیہ اور ضوابط دینیہ سے واضح مخالفت رکھتا ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اس میں اسراف بے جا اور مال کی فضول خرچی ہے جو گناہ و وبال کا موجب ہے، اس کے لئے آیت کریمہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) کافی ہے۔ کاش کہ وہ مال جو ایصال ثواب کی نیت سے تعزیہ داری میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی اگر (ضرورت مند) سادات کرام کی خدمت میں نذر کر دیتے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی خوشنودی کا سبب ہوتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہر روز یا ہر سال جناب رسالت مآب ﷺ کے ایصال ثواب کے خیال سے درہم و دینار یا کاغذ اور لکڑی وغیرہ زمین میں دفن کر دے، یا کنوئیں اور دریا میں ڈال دے اور اس کام کو باعث ثواب سمجھے، کوئی بھی عقل منداس حرکت کو جائز نہیں سمجھے گا۔

(تعزیہ داری کے ناجائز ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ من گڑھت چیز کو حضرت امام حسین

کی طرف منسوب کر کے اپنے وہم وگمان میں یہ سمجھ لینا کہ یہ بعینہ وہی چیز ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا یہ شریعت سے موافقت نہیں رکھتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو خانۂ کعبہ قرار دے یا اس کو حضور ﷺ کا روضہ مقدسہ قرار دے یا کوئی کنواں کھود کر اس کو کوثر وزمزم کہے وغیرہ پس کسی چیز کو ایسے ہی زبان سے کچھ قرار دے کر اس کی تعظیم کرنا یہ اپنے وہم و گمان کی پیروی ہے بلکہ اپنی جانب سے شریعت ایجاد کرنا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ کوئی تعزیہ اس روضہ مقدسہ کی بالکل صحیح مثال ہو جس کو ایران کے رافضی سلاطین نے اپنے عہد میں توڑ کر درست کر کے بنایا تھا، لہٰذا (تعزیہ کے ہو بہو ویسا ہی ہونے کی بنیاد پر) اس کو فرضی اور من گھڑت نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ آپ نے امر دوم کے بیان میں (فرضی اور من گھڑت ہونے کی بنیاد پر) تعزیہ داری کے عدم جواز کا حکم لگایا ہے اور ساتھ ہی اس میں برکت حاصل کرنے کا بھی عقیدہ نہ ہو (تو پھر تو یہ تعزیہ جائز ہونا چاہیے؟)

اس کا جواب چند وجوہ سے ہے:

۱۔ان مذکورہ سلاطین کے بنائے ہوئے در و دیوار کے نقشہ کا باعث برکت ہونا از روئے شرع کوئی صورت نہیں رکھتا۔

۲۔اس قسم کے نقشے بنانے میں مال خرچ کرنا فضول خرچی سے خالی نہیں ہے۔

۳۔اور ان سب باتوں سے قطع نظر بغیر میت کے قبریں بنانا جیسا کہ تعزیہ میں لکڑی وغیرہ کی بنائی جاتی ہیں شرعاً ممنوع ہے۔

۴۔اور بالفرض اگر تعزیہ ان تمام ممنوعات سے خالی بھی ہو تب بھی کوئی ایسا کام جو مستند فقہا اور معتمد محدثین سے منقول نہ ہو بلکہ فاسقوں اور جاہلوں نے بلا دلائل شرعیہ ایجاد کر لیا ہو وہ بدعت سیئہ میں داخل ہے، لہٰذا ایسا کام کرنا گناہ اور اس کو جائز سمجھنے والا بدمذہب اور گناہگار ہے۔ رہے وہابی نجدی اور اسماعیلی فرقے کے لوگ جو صرف تعزیہ بنانے والوں اور دیکھنے والوں پر مشرک ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں یہ محض ان کی جہالت وگمراہی ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرتے ہوئے یہ مسئلہ پیش کرے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور معصیت کو

مباح کرنا کفر ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ کسی خاص فعل کا نصوص قطعیہ سے حرام اور معصیت ہونا ثابت ہو اور وہ ضروریات دین میں داخل ہو اور یہ معاملہ یہاں مفقود ہے لہٰذا تعزیہ داری پر حکم کفر لگانا مردود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

مجلسِ مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ

سوال: جناب سید الشہداء ریحان رسول الثقلین حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرنا جیسا کہ ماہ محرم میں ہندستان میں رائج ہے از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: مجالس ذکر شہادت کا رواج ان شہروں میں کئی طرح کا ہے اور ہر قسم شریعت مطہرہ کے مطابق الگ الگ حکم رکھتی ہے۔

پہلی قسم - اس قسم کی مجالس کا رواج بہت اقل قلیل ہے۔ یہ مجلس وہ ہے جس میں معتمد محدثین کی کتابوں سے صحیح اور معتمد روایات ہوں ان روایات میں سے کچھ شاہ عبد العزیز دہلوی کے رسالہ ''سر الشہادتین'' میں مذکور ہیں۔ یہ روایات معتمدہ اجر جزیل اور صبر جمیل کے حصول کی نیت

سے نثر میں وعظ کے طور پر یا نظم میں بغیر مروجہ غناء پڑھی جائیں اور ان روایات صحیحہ میں سے بھی ایسے الفاظ ساقط کردیئے جائیں جو عوام کی نظر میں سوء ادب کا وہم پیدا کریں، نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ جو امور ممنوعہ ہیں اس مجلس میں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کی مجالس رب الارباب کی رحمت نازل ہونے کا سبب، بے حساب اجر کا باعث اور محل ثواب ہے۔ لیکن اس قسم کی محافل کا انعقاد سوائے چند مقامات کے میں نے نہیں سنا۔

دوسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں اس قسم کے مرثیہ پڑھے جائیں جن میں انبیاء کرام یا ملائکہ عظام علیہم السلام کی بے ادبی و اہانت ہو یا غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم آرہی ہو، جیسا کہ اکثر مروجہ مرثیوں میں حضرت جبریل یا حضرت سلیمان یا حضرت موسیٰ یا حضرت یوسف یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ہتک وتوہین ہوتی ہے۔

اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسی مجلس منعقد کرنے اس میں حاضر ہونے اور ان کفریہ کلمات کو سننے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر ان کلمات کفریہ پر اصرار اور ان کا التزام ہو تو یقیناً آدمی کافر ہو جائے گا۔

تیسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں ایسے مرثیہ پڑھے جائیں جو روافض کے تصنیف کردہ ہوں جو کہ اپنے مذہب کی واہی روایتوں کی بنیاد پر نظم کرتے ہیں اور اکثر ان میں اشارہ و کنایہ سے سخت تبرا ہوتا ہے اور جو عقائد اہل سنت کی مخالفت سے ہرگز خالی نہیں ہوتے۔ اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسے مرثیے پڑھنے والا، سننے والا اور ایسی مجالس منعقد کرنے والا اہل سنت سے خارج اور روافض میں داخل ہے۔

چوتھی قسم - ایسے مرثیے جن میں جاہلوں کی جھوٹی اور من گھڑت روایتیں ہوں گو کہ عقائد اہل سنت کے صراحۃً مخالف نہ ہوں، ایسی مجالس کا حکم یہ ہے کہ بلاشبہ ایسی مجالس منعقد کرنا اور ایسے مرثیہ سننا موجب گناہ ہے، نوحہ کرنا، سینہ پیٹنا اور کالے کپڑے پہننا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

پانچویں قسم - علماء اہل سنت کی معتمد کتب سے صحیح روایات پر مشتمل مراثی مروجہ غناء کے طور

پر پڑھنا، یہ قسم مختلف فیہ ہے اولاً تو اس لئے کہ غناء کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، دوسری یہ کہ اس قسم کی مجالس میں روافض کے خاص شعار سے مشابہت ہے، لہٰذا اس قسم کی مجلس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

تکملہ رد روافض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العزیز العلام ولی الانعام واکمل الصلوٰۃ وافضل السلام علی سیدالانام سیدنا و مولانا محمد ن الذی ھو للانبیاء ختام وعلی آلہٖ العظام واصحابہٖ الکرام واولیاء امتہ إلی یوم القیام،

امابعد۔

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس سے قبل میں نے علماء اعلام کی خدمت میں روافض سے نکاح اور نماز میں ان کی اقتداء کے بارے میں ایک استفتاء کیا تھا، چونکہ علماء کے جوابات میں روافض کے بعض عقائد کے بارے میں حکم کفر اور بعض عقائد کے بارے میں حکم فسق تحریر کیا گیا تھا، نیز یہ کہ روافض کے فرقوں کے درمیان عقائد کے سلسلہ میں اختلاف درجۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد اور ان کے متبعین کے عقائد جاننے کے لئے میں نے ایک سوال نامہ مرتب کیا، ان سے ان سوالوں کے جواب حاصل کیے، پھر ان سوال و جواب کو علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام سوالات و جواب کو جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل دی، اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔**

اس رسالہ کا نام ''تکملہ رد روافض'' رکھتا ہوں، ناظرین کرام سے امید کرتا ہوں کہ مجھ فقیر کو دعاء خیر میں یاد رکھیں گے **وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

سوال (۱): قذف عائشہ صحیح ہے یا عائشہ قذف سے بری تھیں، جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں اور ان کی برأت کے لئے دلیل میں قرآنی آیات لے کر آتے ہیں، غرض کہ ان کا حال کیا تھا؟

جواب: چند وجوہ سے قذف عائشہ صحیح نہیں ہے، پہلی تو یہ کہ قذف فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے واسطے شارع کی جانب سے ایک سزا مقرر ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة(۱)

اور جو لوگ پاک باز عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ۔

دوسری وجہ یہ کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ایسے کام کا ارتکاب کرنا جو قذف کا موجب ہو ہرگز ثابت نہیں۔

تیسری یہ کہ بغیر ثبوت قطعی کے مومنین ومومنات میں سے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہے چہ جائے کہ نبی کریم (ﷺ) کی ازواج میں سے کسی کی طرف اس کی نسبت کرنا جو یقینا جناب رسالت مآب (ﷺ) کے آداب کے خلاف ہے۔

عائشہ..........(۲) پر تہمت لگانا ناجائز ہے اور لگانے والا گنہ گار اور شرعی سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ نے ''تکفیر المکفرین'' میں ارشاد فرمایا ہے، ہاں باتفاق امامیہ (شیعہ) عائشہ..........(۳) تھی، جیسا کہ رسول خدا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: **یا علی حربک حربی وسلمک سلمی** (اے علی تمہارا جنگ کرنا میرا جنگ کرنا ہے اور تمہارا جنگ بندی کرنا میرا جنگ بندی کرنا ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تھی، مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عائشہ نے رسول خدا کے ساتھ جنگ کی اور واضح ہے کہ رسول خدا (ﷺ) سے جنگ کرنے والا یقینا

۱۔ سورۂ نور: ۴

۲۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۳۔ ایضاً

..................(۱) ہے، نیز یہ کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام پر جو کہ باتفاق فریقین اولی الامر میں سے تھے خروج کیا ہے، حالانکہ ازواج نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت خدا نے فرمایا

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ (۲)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی سی بے پردگی کر کے بے پردہ نہ پھرو۔

اور (عائشہ نے) امیر علیہ السلام سے اپنی عداوت ظاہر کردی حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ (۳)

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اسی طرح اور دوسری وجوہات بھی ہیں، اس مختصر جواب میں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے واللہ یعلم۔

سوال (۲): اہل بیت نبوی صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ بالخصوص مولانا و مقتدانا حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین خلیفہ بلافصل یعنی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ صلوۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تمام انبیاء سے سوائے حضرت سرور کائنات ختم المرسلین علیہ الف الف تحیۃ والثناء افضل ہے یا نہیں؟

جواب: یقیناً ائمہ ھدا (علیہم التحیۃ والثنائ) کے مراتب تمام انبیاء بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی زیادہ ہیں سوائے حضرت خاتم المرسلین (صلوٰۃ اللہ علیہ) اور جناب امیر علیہ السلام کا رتبہ بھی افضل و اعلیٰ ہے جیسا کہ آپ کی سیرت اور خصائص کی طرف مراجعت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دیگر انبیاء کے کلمات جو آپ کے بارے میں ہیں ان سے پتا چلتا ہے اور بے شمار آیات و روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں، مثال کے طور پر جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنا "نفس" فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

۱۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۲۔ احزاب: ۳۳ ۳۔ النساء: ۵۹

سے ظاہر ہے:

تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم۔(۱)

ترجمہ: آؤ! ہم اور تم اپنے اپنے لڑکوں کو بلائیں اور اپنی اپنی لڑکیوں کو بھی بلائیں اور خود ہم اور تم بھی جمع ہو جائیں۔

فریقین (یعنی سنی وشیعہ) کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ مباہلہ کے دن امیر علیہ السلام جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ پر تھے اور عقل سلیم اور فہم مستقیم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء سے افضل ہیں۔(اب جبکہ امیر علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر ہیں تو) قیاس مساوات کا تقاضا ہے کہ حضرت امیر کی فضلیت تمام انبیاء پر ثابت ہو، چہ جائے کہ مساوات، ہاں جناب ولایت مآب (حضرت علی) کی فضیلت یا مساوات من کل الوجوہ حضرت رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر ہے، ورنہ فرع کی فضیلت یا مساوات اصل کے ساتھ لازم آئے گی اور کسی عقل مند کی عقل اس کو جائز نہ رکھے گی۔

سوال (۳): رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تقیہ کا واقع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ اور تقیہ کا معنی کیا ہے؟

جواب: تقیہ کا معنی یہ ہے کہ مواضع مستثنیٰ کے علاوہ اعداء دین کے ضرر سے اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔ تقیہ کا وجوب ضروریات مذہب میں سے ہے اور قرآن مجید کی نص سے اس کا ترک کرنا منع ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تقیہ کرنا کئی مقامات پر ثابت ہے جیسا کہ غار کے احوال مشہور ہیں بلکہ مہر نیم روز سے زائد روشن ہیں۔

سوال (۴): ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر صحائف کا نازل ہونا کس طور پر ہے آیا بطریق الہام ہے یا بطریق وحی انبیاء ہے؟

جواب: وہ صحیفے اور کلمات جو ان حضرات سے ثابت ہیں وہ یا تو الہام کی مثل تھے یا پھر بالواسطہ رب علام کی وحی کی جانب مستند تھے، چونکہ یہ حضرات عصمت کی وجہ سے نفسانیت اور

۱۔ آل عمران:۶۱

کلام خطا سے مبرّا تھے، اوران حضرت کے کلمات حق سمات وحی یا الہام کی جانب منسوب تھے، یہ وحی ربانی کا خلاصہ یا کتب ربانیہ کی شرح تھے، لہٰذا بطور مجاز ان کلمات کی نسبت خدا کی طرف کرنا جائز و درست ہے۔

سوال (۵): مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بدأ کا معنی کیا ہے؟

جواب: بدأ کا اصطلاحی معنی بمقتضاء مصلحت علم خدا میں تغیر و تبدیلی ہونا ہے نہ کہ پشیمانی کے طور پر جیسا کہ مثلاً زید کی عمر علم الٰہی میں ۴۰ سال ہے اب صلہ رحمی اور نیکی کی وجہ سے یہ مقدار عمر محو کر کے اس کی جگہ ۵۰ سال عمر لکھ دی گئی اور یہ تبدیلی اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو لوح محو و اثبات میں درج ہے، اور علم لوح محفوظ اس قسم کے تغیرات سے محفوظ ہے، اس اجمال کی تفصیل کتب مبسوطہ مثلاً حق الیقین اور حدیقۂ سلطانیہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے۔

سوال (۶): رسول علیہ السلام کے ساتھ غار ثور میں ابوبکر کی صحبت صحیح ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مخالفین اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

ثانی اثنین اذھما فی الغار۔(۱)

اس آیت کا معنی کیا ہے؟

جواب: اس آیت کی روشنی میں یار غار کی ہمراہی تسلیم ہے لیکن اس سے کسی قسم کی فضیلت کا اثبات ہونا تسلیم نہیں ہے ورنہ دعویٰ کرنے والے کے اوپر دلیل لانا لازم، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

.........................(۲)

سوال (۷): عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں کسی بھی طریقے سے تحریف و نقصان واقع ہوا ہے یا نہیں؟ مثلاً اعراب و کلمات میں تغیر یا آیات میں تغیر یا ان آیتوں اور سورتوں کا اخراج جو مدائح مرتضوی یا دیگر اہل بیت نبویہ کی شان میں تھیں اور ترتیب میں مخالفت وغیرہ واقع ہوئی ہے یا

۱۔ التوبۃ:۴۰

۲۔ اس شعر میں صدیق اکبر کی شان میں تبرا تھا اس لئے بیاض چھوڑ دیا گیا (سید حسین حیدر)

نہیں؟ اگر ہاں تو قرآن شریف کو ناقص کہا جاسکتا ہے یا کامل؟

جواب: قرآن کو جمع کرنے والے بلکہ قرآن کو جلانے والے اور اس میں تحریف کرنے والے کی جانب سے قرآن کریم کے نظم یعنی ترتیب آیات وغیرہ میں تحریف ہونا فریقین کے مفسرین کے کلام کی روشنی میں ایسا ثابت ہے کہ بیان سے مستغنی ہے۔ اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی کئے جانے کے سلسلہ میں بہت سے قرائن اور بے شمار آثار و روایات موجود ہیں، جیسا کہ سیوطی کی درمنثور میں ہے کہ آیت کریمہ: کفی اللّٰہ المومنین القتال۔ (اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا، الاحزاب ۲۵)

دراصل اس طرح تھی کفی اللّٰہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب (علی ابن ابی طالب کے سبب اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا)

اسی طرح آیت کریمہ اس طرح تھی:

یاایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً امیر المومنین۔ (اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل فرمایا گیا ہے کہ علی امیر المومنین ہیں)

جب قرآن کے اندر کمی کیا جانا شیعوں کے اقوال سے قطع نظر خود سنیوں کے کلام سے ثابت ہو رہا ہے تو اب عثمان کی تحریف میں کیا شک وشبہ رہا۔ عیاں راچہ بیاں، لیکن اس کمی کئے جانے سے اصل قرآن میں کمی ہونا لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جامع القرآن نے اپنے فطری نقص کی وجہ سے قرآن کی جمع وتالیف میں تنقیص کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، جیسا کہ اس بات میں شک نہیں کہ اصل قرآن میں کوئی نقص نہیں۔

سوال (۸): ناصبی لوگ (یعنی اہل سنت) اپنے تسلیم شدہ مسائل وعقائد کی وجہ سے جمہور علماء امامیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلم ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جاننا چاہیے کہ سنی لوگ بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور دیگر شعائر اسلام بھی اختیار

کئے ہوئے ہیں، لیکن بباطن اس کے منکر ہیں، اگر منکر نہ ہوتے تو یہ بات ممکن نہیں تھی کہ حدیث بضعہ کے متواتر ہونے کے باوجود اہل بیت اور بالخصوص جناب سیدہ کی ایذا رسانی ان سے سرزد ہوتی۔ اس ایذا رسانی کا صدور خود ان کی صحاح ستہ (جن کا لقب صحاح رکھا ہے مگر حقیقتاً وہ ضعاف ہیں) سے ظاہر و باہر ہے اور بے شمار قرائن سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں (۱) احکام شریعت ظاہری ان کا دارومدار ظاہر حال پر ہوتا ہے، مثلاً وراثت کا جاری ہونا یا نکاح وغیرہ کرنا، (۲) احکام شریعت باطنی واخروی ان کا دارومدار باطنی امور اور پوشیدہ نیتوں پر ہوتا ہے۔ **فان لکل امرء مانویٰ ان خیراً فخیراً وان شراً فشراً وانما الاعمال بالنیات۔** (ترجمہ: آدمی جیسی نیت کرتا ہے اس کے لئے ویسا ہی ہے اگر خیر کی نیت کرے تو خیر اور اگر شر کی نیت کرے تو شر بیشک اعمال کا دارومدار نیت کے اوپر ہے۔)

پس مصلحت شرعیہ اور حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس دنیا میں ان کا (یعنی سنیوں کا) حکم ہماری طرح ہو اور اُس جہاں میں ان کا حکم مشرکین کی طرح ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کا آغاز اہلِ ایمان کے آغاز کی طرح ہے اور ان کا انجام مشرکین کے انجام کی طرح ہے۔ **اعاذنا اللہ تعالیٰ**، ان کا ظاہر اسلام اور باطن کفر ہے۔ ان کا معاملہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں مومن ہوں جیسے ہم لوگ جن پر بالکلیہ ایمان کا حکم لگایا جاتا ہے، اور نہ ہی ان کا معاملہ اس شخص کی طرح ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں کفر ہوں اور اس پر بالکلیہ حکم کفر لگایا جائے، بلکہ ان کا حال کفار کے نابالغ بچوں کی طرح ہے، کیوں کہ کفار کے بچے اگر سنِ تمیز سے پہلے فوت ہو جائیں تو حدیث **کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام** (ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے) کے مطابق وہ کفر و شرک سے مبرا تھے لہٰذا ان پر نہ کفر و شرک کا حکم لگے گا اور نہ انھیں اس کا عقاب پہنچے گا، ہاں البتہ ظاہری احکام میں اپنے والدین کے تابع ہوں گے اور چونکہ ان کا ظاہر کفر ہے لہٰذا احکام ظاہریہ کفریہ ان پر

نافذ ہوں گے، جیسا کہ ان کے والدین پر نجس ہونے کا حکم ہے وہی حکم ان پر بھی لگے گا وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ اہل سنت اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور باطن میں کفر چھپاتے ہیں لہٰذا ان کے ظاہری احکام ظاہر شریعت کے مطابق ہوں گے اور باطنی احکام ان کے باطن کے مطابق اور اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں ان کو آپس میں تطبیق دینے کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حدیث بضعہ کا مفاد یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہوں اور امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اہل شام سے ہشام کا جو مناظرہ ہوا تھا اس کے بعض فقرے ان کے اسلام کا تقاضا کرتے ہیں، اب ان دونوں اخبار کے درمیان جمع و تطبیق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے باطن پر کفر کا حکم لگایا جائے اور ظاہر پر اسلام کا، ہاں البتہ ان کے پاک ہونے کا حکم یک گونہ احتمال رکھتا ہے جو زبانی تقیہ پر مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ان کو "نجاست معفوہ" میں سے شمار کیا جائے تو کچھ عجب نہیں، جیسا کہ بعض ظریف علماء سے منقول ہے۔

مومنہ عورت کا نکاح کسی سنی سے کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً اوائل عمر میں، ہاں اگر اتفاقاً ایسا نکاح ہو جائے تو فسخ کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الوسع خلع کے ذریعہ معاملہ کر کے ان کی قربت و نزدیکی سے پرہیز کریں اور ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن اگر تقیہ شرعی میں مبتلا ہو تو پڑھ لے۔ واللہ اعلم

فقط سید علی محمد

سوال از علماے اہل سنت

علماء اہل سنت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ جو شخص مندرجہ بالا جوابوں میں مذکور عقیدے رکھتا ہو جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے عقیدے کے حامل کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے؟ ان کے عقیدے کی تردید اور وہ مفصل دلائل جو رسائل مطولہ میں لکھیں ہیں ان کو تحریر فرمانے کی حاجت نہیں ہے، سائل کا مقصد صرف حکم شرعی جاننا ہے۔

جواب از علماے اہل سنت

جواب (۱)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ زوجۂ مطہرہ جناب رسول خدا ﷺ پر بدکاری کی تہمت لگانا بالاجماع کفر ہے، روافض کی بہت سی کتابوں میں اس کفر شنیع کا اقرار موجود ہے۔ اب رہا یہ کہ اس مجتہد نے پہلے سوال کے جواب میں اس کا انکار کر کے صرف تبرّا اور لعن طعن پر اکتفا کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بہت سے فقہا نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے، لہٰذا ان فقہا کے مسلک پر ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً فاسد ہے اور ان سے نکاح کرنا یقینا حرام ہے، لیکن متکلمین نے قطعیت کے ساتھ حکم کفر نہیں لگایا ہے، بلکہ ایسے شخص کو مبتدع (بدعتی) لکھا ہے اور یہی مذہب محققین نے اختیار کیا ہے، لہٰذا اس مذہب پر فساد اقتداء کا قطعی ہونا اور نکاح کی حرمت کا یقینی ہونا لازم نہیں آتا، ہاں البتہ اقتداء نماز اور مناکحت میں کراہت تحریمی لازم آتی ہے جو قریب حرام ہے، اس مسئلہ کی تفصیل فقہ کی کتابوں مثلاً ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے اور روافض کے اوہام کا بطلان دلائل کافیہ اور شافیہ کے ساتھ کلام و عقائد کی کتابوں میں درج ہے۔ یہاں سائل کی خواہش کے مطابق تفصیلی دلائل سے قطع نظر صرف بیان حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

جواب (۲)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق کسی غیر نبی کو انبیاء میں سے کسی پر

فضیلت دینا کفر اور ائمہ اعلام کے اجماع کی رو سے دائرہ اسلام سے خروج ہے، چونکہ جواب میں اس شیعی مجتہد نے اس بات کا التزام کیا ہے لہٰذا ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، ایسے کی اقتداء میں نماز فاسد اور ان سے مناکحت حرام ہے۔

جواب (۳)- تقیہ جو فریقین (شیعہ وسنی) کے درمیان متنازع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنان دین کے ضرر پر اپنے نفس کی حفاظت مقدم رکھنا، مگر شیعہ مجتہد نے اس کی مثال میں جو ہجرت کی حکایت اور غار ثور کا واقعہ پیش کیا ہے وہ محض مغالطہ ہے، بحث اس بات میں ہے کہ کافروں کے روبرو اقوال کاذبہ و باطلہ کا تکلم اور کتمان حق اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود صرف وہم وگمان اور دشمنوں کی ایذا رسانی کے خوف سے باوجودے کہ حق سبحانہ کی جانب سے حمایت و اطمینان کا وعدہ ہے۔ تقیہ کا وہ معنی جو روافض کے مذہب کے مطابق ہے اس کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کرنا کفر ہے، لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

جواب (۴)- جناب خاتم النبیین ﷺ کے بعد آسمانی صحائف کا نازل ہونا اور وحی ربانی کا آنا روافض کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے اور یہ ائمہ دین کے اجماع کے مطابق یقینا کفر ہے۔ رہا یہ کہ اس شیعہ مجتہد نے سائل کے سوال کے جواب میں وحی حقیقی کا انکار کیا ہے اور الہام اور وحی مجازی کو ثابت رکھا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی عصمت کے اعتقاد کی جہت سے جائز رکھا ہے۔ پس اس کا حکم یہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم اسلام کے لئے عصمت کا اثبات بدمذہبی اور گمراہی ہے اور بعض علماء نے ایسے شخص پر حکم کفر بھی لگایا ہے۔ بہرحال ایسے شخص کی اقتداء میں نماز فاسد اور مناکحت حرام ہے۔

جواب (۵)- مسئلہ بدء میں اگرچہ اس شیعہ مجتہد نے بدء کے اس معنی مشہور کا انکا کیا ہے جس کا التزام یقینا کفر ہے، لیکن بدء کا دوسرا معنی اختیار کیا ہے مگر اس معنی کا اعتقاد بھی کفر ہے اور اس کا معتقد کافر ہے۔ اس لئے کہ جس طرح حق سبحانہ کی جانب پشیمانی کی نسبت کفر ہے۔ اسی طرح پہلے سے مصلحت کا علم نہ ہونے اور بعد میں اس مصلحت پر مطلع ہونے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ایسے اعتقاد والے کی اقتدا اور مناکحت کا وہی حکم ہے جو پیچھے مذکور ہوا۔

جواب (۶)- صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرف صحبت نص قرآنی سے ثابت ہے اور قطعیات وضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر بہر حال کافر ہے، لیکن چونکہ یہ مجتہد جواب میں شرف صحبت سے انکار کی جرأت تو نہ کرسکا صرف تبرا پر اکتفا کیا لہٰذا اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ صحابہ پر تبرا کرنے والوں پر فقہاء کرام نے حکم کفر لگایا ہے اور محققین و متکلمین نے صرف مبتدع اور فاسق کہا ہے، بہر حال ایسا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز اور اس سے نکاح حرام ہے (پہلے مذہب پر) یا مکروہ تحریمی ہے (دوسرے مذہب پر) جو کہ قریب بہ حرام ہے، ہاں البتہ دوسرا مذہب راجح ہے۔

جواب (۷)- اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر اپنی تمام سورتوں، آیتوں، حروف اور الفاظ کے ساتھ متواتر ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی حیات شریفہ میں جس قدر خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے نسخ تلاوت اور محو و اثبات فرمایا وہ سب آپ کی وفات شریف کے قریب محفوظ کر کے اتمام نعمت اور اکمال دین فرما دیا۔ اب اس کے بعد ہرگز کسی قسم کے تغیر و تبدیلی، کمی بیشی، تحریف و تصرف بشری کا امکان نہیں ہے، جناب سرور انس وجاں ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم میں تحریف و تصرف بشری اور کمی و زیادتی کا قائل بالاجماع کافر ہے، اس مجتہد نے جواب مذکور میں قرآن کریم میں وقوع تحریف کا صریح اقرار کیا ہے اور اس عقیدہ کا معتقد کافر محض ہے۔ پھر باوجودے کہ قرآن میں تحریف و تغیر کا اقرار کیا ہے مگر قرآن میں نقص (کمی) کے اثبات سے گریز کیا ہے مگر اس دھوکے سے حکم کفر سے نہیں بچ سکتا اور یہ جو اس نے دعویٰ کیا ہے کہ تحریف و تصرف پر فریقین کا اتفاق ہے، یہ محض مغالطہ اور عوام کو دھوکا دینا ہے، قرآن کریم کی تحریف کے سلسلہ میں اگرچہ اہل سنت کا مذہب معروف و مشہور ہے لیکن اس کے باوجود مجتہد مذکور کا اس کو نہ جاننا کوئی تعجب کی بات نہیں ہاں البتہ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ خود اپنے اکابر کے اعتقادات سے ناواقف ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل اور جملہ شبہات کا دفع دیگر کتابوں میں موجود ہے، سائل کی خواہش کے مطابق اسی قدر پر اکتفا کیا جا رہا ہے، ایسے شخص کا حکم شرعی یہ ہے کہ عقیدہ تحریف

کے قائل کے ساتھ نکاح حرام اور اس کی اقتداء باطل محض ہے۔ ان مسائل کے دلائل میں سے بعض ہمارے رسالے ''ردروافض'' میں موجود ہیں جو طبع ہو چکا ہے۔

کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

تصدیقات

(۱)	الجواب صحیح	:	محب احمد قادری بدایونی
(۲)	الجواب صحیح	:	فضل احمد قادری بدایونی
(۳)	الجواب صحیح	:	محمد فصیح الدین عباسی
(۴)	الجواب صحیح	:	محمد فضل مجید قادری
(۵)	الجواب صحیح	:	علی احمد قادری بدایونی
(۶)	الجواب صحیح	:	محمد جمیل الدین احمد قادری

مرتب (سید حسین حیدر مارہروی) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آخری سوال جو اہل سنت کی اقتدا میں نماز اور ان سے نکاح کے متعلق تھا اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے عجیب وغریب تقریر تحریر کی ہے۔ جواب کے شروع میں صراحت کی ہے کہ اس جہاں میں اہل سنت کا حکم ہماری طرح ہے اس کے باوجود جواب کے آخر میں ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کے تحت لکھ دیا کہ اہل سنت کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں ہے اور نکاح کے بارے میں لکھا کہ اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ ان دونوں باتوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے، جب اس دنیا میں ہر معاملہ میں اہل سنت کا حکم شیعوں کی طرح قرار دیا ہے تو اس تفریع کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے سوائے اس کے کہ شیعوں کی نسبت بھی اسی حکم کا اجراء کیا جائے۔

تنبیہ - اب جب کہ اس زمانے کے مجتہد کا حال ظاہر ہو گیا اور اس علاقے کے تمام روافض اسی کے مقلد ہیں لہٰذا تمام اہل سنت کی خدمت میں عرض ہے کہ روافض کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور نکاح کرنے سے باز آئیں اور رواج اور رشتہ داری پر شریعت کے حکم کو مقدم جانیں اور یہ مناکحت کہ جس سے حرمت لازم آتی ہے اس کو حرام سمجھیں اور اس معاملہ میں سستی اور لاپرواہی کو راہ نہ دیں کہ اس میں عظیم قباحت لازم ہے۔ ہندوستان میں پرانے زمانے سے جو اہل سنت اور روافض کے درمیان مناکحت کا رواج چلا آ رہا ہے اس پر قیاس کر کے اس دور میں مناکحت کو درست قرار نہ دیں۔ کیونکہ روافض کے عقائد اور نظریات میں تبدیلی اور انقلاب آفتاب سے زیادہ روشن ہے، ان کے متقدمین تحریف قرآن کے صراحۃً قائل تھے اور دوسرے عقائد کفریہ بھی رکھتے تھے، مگر ان کے متوسطین علماء نے اپنے عقائد میں قدرے اصلاح کی چنانچہ ابن بابویہ نے تحریف قرآن کا انکار کیا اور نصیر الدین طوسی نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر سے برأت ظاہر کی، علی ھذا القیاس دوسرے مسائل میں بھی بہت سے شیعہ علماء نے تنزل سے کام لیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ صرف مسئلہ تفضیل میں اختلاف رکھتے ہیں باقی کسی اور مسئلہ میں نہیں، لہٰذا ہندوستان میں جب مذہب روافض آیا تو یہ وہی متوسطین علماء کا زمانہ تھا اور چونکہ ان کے عقائد کفریہ نہیں تھے، لہٰذا اس زمانے میں ان سے نکاح وغیرہ بھی حرام نہیں تھا، اسی وجہ سے گزشتہ زمانے میں ان سے رشتہ داری قائم ہونے اور نکاح وغیرہ کیے جانے کا معاملہ پیش آیا، حالانکہ بعد کے روافض جیسے آج کل کے مجتہدین وغیرہ نے پھر ان قدیم عقائد کفریہ کو معتبر ماننا شروع کر دیا اور اپنے متوسطین علما مثلاً ابن بابویہ اور نصیر الدین طوسی وغیرہ کی تحقیقات کو غلط بتانا شروع کر دیا، لہٰذا ایسی صورت میں ان سے رشتہ داری قائم کرنا اور نکاح کرنا صاف طور پر حرام وقبیح سے راضی ہونے کے مترادف ہے، اس مسئلہ میں جو کہ حلال وحرام کا معاملہ ہے احتیاط کرنا ضروریات اسلام سے ہے، محض رسم ورواج کی بنیاد پر حکم شریعت پر تعصب کی تہمت لگانا، دنیا وآخرت کا خوف نہ رکھنے اور اپنی اولاد کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔

وما علینا الا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

☆☆☆

اظہار الحق

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد ن المصطفٰی وآلہ واصحابہ اجمعین،

امابعد

تمام اہل سنت و جماعت پر واضح ہو کہ گزشتہ ایام میں فرقۂ شیعہ نے تقیہ کرتے ہوئے تغیر زمان اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر اپنے مذہب میں ترمیم و اصلاح کر لی تھی، اسی وجہ سے اہل سنت کے محققین علماء ان کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، اور عام اہل سنت ان کے ساتھ رشتہ ازدواج اور دیگر اسلامی احکام برتتے تھے، لیکن اب پھر پہلے کی طرح یہ لوگ علی الاعلان ایسے عقائد کا اظہار کرتے ہیں جو مذہب اہل سنت کی رو سے اسلام کے منافی ہیں، لیکن عام اہل سنت ان کے گزشتہ حال سے دھوکا کھاتے ہوئے اب بھی ان سے شادی وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، لہٰذا فقیر حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی نے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا جو دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد سے چند سوالات کے جواب پر مشتمل ہے، اور پھر ان جوابات پر اعتقاد رکھنے والے کا حکم علماء اہل سنت سے دریافت کیا ہے اور اس رسالہ کا نام اظہار الحق رکھا **اللّٰھم اھد بھا المسلمین** (اے اللہ تو اس رسالہ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما)۔

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

سوال : مجتہدین دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ولی مصطفی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرتبہ و مقام سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل

ہے یا نہیں بینوا و توجروا۔

جواب: ہاں کیوں نہیں؟ یقیناً افضل ہے، واللہ یعلم۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے کلام مجید میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں؟ اس طور پر کہ قرآن میں سے جناب (علی مرتضیٰ) امیر علیہ السلام وغیرہ کی تعریفیں خارج کردی گئی ہیں؟

جواب: یہ بات قطعی اور یقینی طور پر تو ثابت نہیں ہے مگر بہر حال اس کا احتمال ہے واللہ یعلم۔

سوال: مسئلہ بدا یعنی اللہ تعالیٰ کا (کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس پر) پشیمان ہونا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بداً کا واقع ہونا صحیح ہے، مگر ان معنوں میں نہیں جو مستفتی نے سمجھے ہیں بلکہ بداً سے مراد اللہ تعالیٰ کا مصلحت و حکمت کی بنیاد پر اپنے کسی حکم کو بدلنا ہے، اس کی تفصیل رسالہ بداً مصنفہ اخوند مجلسی اور دیگر کتب اصول میں دیکھنا چاہیے، واللہ یعلم

سوال: عائشہ پر جو الزام لگایا گیا تھا اس کا کیا معاملہ تھا؟ کیا درحقیقت عائشہ اس امر کی مرتکب ہوئی تھیں جو قذف کی وجہ سے مشہور ہوا تھا یا نہیں؟ سورۂ نور کی وہ آیات جو مخالفین عائشہ کی عصمت و برأت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب: عائشہ اس امر مذکور کے ارتکاب سے تو بری تھیں، جیسا کہ سورۂ نور کی آیتوں سے ظاہر ہے، لیکن نفاق باطنی جو اس سے بھی قبیح تر اور مہلک تر ہے سے ہرگز بری نہیں تھی، واللہ یعلم

الراقم الآثم

میر آغا عفی عنہ

علماے اہل سنت کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جو عقائد سابقہ جوابوں میں مذکور ہوئے ان پر اعتقاد رکھنے والا مسلمانوں میں داخل ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں سے نکاح، ان کی اقتداء اور ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۱): پہلے سوال کے جواب میں مجتہدِ مذکور نے صراحتاً اس بات کا اقرار والتزام کیا کہ خاتم الخلفاء الراشدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت تمام انبیاء سابقین پر ثابت ہے، جمہور اہل سنت کی تصریحات کے بموجب اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز باطل، ایسے سے نکاح کرنا ناجائز اور اس کا ذبیحہ مردار، اس عقیدے کی تفصیل حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔

الجواب (۲): دوسرے سوال کے جواب میں اگرچہ مجتہد نے قرآن مجید میں تحریف قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہ ہونے کا اقرار کیا ہے، لیکن اس تحریف کا احتمال تسلیم کیا ہے، اہل سنت کے مذہب کے مطابق قرآن میں تحریف کے احتمال کو جائز ماننا بھی کفر ہے، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض وغیرہ سے ظاہر ہے لہٰذا ایسے عقیدے کو ماننے والے کا وہی حکم ہے جو پہلے جواب میں مذکور ہوا۔

الجواب (۳): ہر چند کہ مجتہد کو بداً بمعنی پشیمانی جو کہ کفر صریح ہے سے حجاب ہے اس لئے اس کا انکار کر دیا اور بداً کا دوسرا معنی بیان کیا، لیکن بداً کا یہ معنی بھی کفر سے خالی نہیں ہے، چونکہ اس سے ظاہر ومتبادر یہی ہے کہ اللہ کو اس مصلحت کی پہلے سے خبر نہ تھی، ورنہ بداً جو متنازع ہے اور نسخ جو متفق علیہ ہے دونوں میں کوئی فرق نہ رہ جاتا۔ خلاصہ یہ کہ عقیدۂ بداً کو ماننے والا کافر ہے خواہ بداً کا معنی

پشیمانی بتائے یا پھر بدأ کا مطلب یہ کہ اللہ کو پہلے سے اس مصلحت کا علم نہیں تھا۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سابق میں گزرا۔

الجواب (۴): چوتھے سوال کے جواب میں قذف سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا قول کر کے صرف تبراء پر اکتفا کیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے محققین متکلمین کے نزدیک تبرا کرنے والے پر حکم کفر نہ لگائیں گے، مگر فقہاء متاخرین ایسے شخص پر حکم کفر جاری کرتے ہیں لہٰذا ایسے شخص سے مناکحت، اس کی اقتداء اور اس کا ذبیحہ پہلے مذہب (یعنی مذہب متکلمین) پر مکروہ تحریمی اور دوسرے مذہب (یعنی مذہب فقہاء متاخرین) کے مطابق حرام ہے۔

فقط کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول القادری البدایونی عفی عنہ

الجواب صحیح: نور احمد بدایونی

☆☆☆

تصحیح العقیدة فی باب امیر المعاویة

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا شاہ حسین گردیزی چشتی

پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکریم الوھاب۔ والصلوٰۃ والسلام علی من اوتی فصل الخطاب، سیدنا ومولانا محمد الشافع المشفع یوم الحساب وعلی آلہ خیر آل و صحابہ خیر اصحاب وعلی سائر الاولیاء والاحباب۔

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اوران کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیونکہ صحابہ کرام کی فضیلت سرورانام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مورخین جوسوء اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوء عقیدت ہی نہیں بلکہ اُن کے بارے میں استخفاف و اہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لئے میں نے صرف دین کے درداور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیااوراُن سے جواب لے کرافادۂ عام کے لئے اسے طبع کرایا۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطافرمائے اوراس کارخیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطافرمائے (آمین) اور اس رسالے کا نام ''**تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویۃ**'' رکھتاہوں اور ناظرین سے اُمید رکھتاہوں کہ وہ دعائے خیر میں یادرکھیں گےاور غلطی وخطا سے درگزر فرمائیں گے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

فقط

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتاء

سوال : جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتکریم کرنا یعنی لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے لئے لازم ہے یا طعن وتحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص اِن حضرات کی تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

محاربین کے تین گروہ - جمہور محققین اہل سنت کے مذہبِ مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زوجہ محبوبہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال وقتال نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیشِ نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتاً درست نہیں ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں (۱)۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل وقتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے۔

۱۔ امام عسقلانی اسماء الرجال کی معتبر کتاب ہے تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں "عمرو بن عاص بن وائل مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دو بار مصر کے حاکم بنائے گئے، آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا"۔

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق: ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعظیم وتکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری ولازمی ہے اس لئے شرعاً وہ بغاوت وخطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق وعصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی رُفع عن امتی الخطاء والنسیان (میری اُمت سے خطا ونسیان کو اُٹھالیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رُکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ **اخو اننا بغو اعلینا** (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل احیاء العلوم، یواقیت، شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مجمع البحار، صواعق محرقہ اور شفا قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ وسنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم ومجمل الفاظ ہیں جنھیں تسلیم وتنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اوران پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرات صوفیہ، محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال: یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں امام عسقلانی تقریب التہذیب میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **ابن صخر بن حرب بن امیة ابن عبدالشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شهیر اسلم عام الفتح و فات سنة اثنین و ثلاثین۔**

ابوسفیان بن صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف الاموی ابو

سفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح و کان من المؤلفة ثم حسن اسلامه وروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وعنه ابنه معاویة وابن عباس

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے پھر بہترین مسلمان ہوگئے، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کرتے ہیں، اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔

اور اسی میں ہے کہ:

معاویة بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیة الاموی ابو عبدالرحمن الخلیفة صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی ومات فی رجب سنة ستین وقد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابوعبدالرحمن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتبِ وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا تقریباً اسّی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ:

عن ابن ابی ملیکة قال اوتر معاویة رضی اللہ عنه بعد العشاء برکعة وعنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشاء کی نماز

کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو اُنھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا ''انھیں چھوڑ یئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں''۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا انه فقیه الحدیث (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں) تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا صحابی وفقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رُکنا ثابت ہوگیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ جو علماء ظاہر و باطن کے امام ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں جو کہ فنِ تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ:

اعتقاد اهل السنة تزکیة جمیع الصحابة و الثناء علیهم کما اثنی اللّٰہ سبحانه تعالیٰ و رسوله ﷺ و ما جریٰ بین معاویة و علی کان مبنیاً علی الاجتهاد

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور اُن کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کئے ہیں، آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

المبحث الحادی و الاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ما جورون و ذلک لانهم کلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن و من لم یلابسها کل ذلک احساناً للظن بهم و حملهم فی ذلک علی

الاجتهاد فان تلک الامور مبناها علیه و کل مجتهد مصیب و ان المصیب واحد و المخطی معذور ماجور قال ابن الانباری لیس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة لهم و انما المراد قبول روایاتهم فی احکام دیننا من غیر تکلف بحث عن اثبات العدالة و طلب التزکیة ولم یثبت لناشی یقدح فی عدالتهم فنحن علی استصحاب ماکانوا علیه فی زمن رسول اللہ ﷺ حتی یثبت خلافه ولاالتفات الی ما یذکره بعض اهل السیر فان ذلک لایصح و ان صح فله تاویل صحیح و کیف یجوز الطعن فی حملة دیننا فنحن لم یاتنا خبر عن نبینا ﷺ الا بواسطتهم فمن طعن فی الصحابة طعن فی نفس دینه فیجب سدالباب جملة لا بینهما الخوض فی معاویة وعمرو بن العاص و آخربها ولا یبتغی الاغترار بما نقله بعض الروافض من اهل البیت من کراهتهم فان مثل هذه المسئلة نزعها دقیق و لا یحکم فیها الا رسول اللہ ﷺ فانها مسئلة نزاع بین اولاده واصحابه رضی اللہ عنهم قال الکمال بن ابی شریف ولیس المراد بما شجر بین علی رضی اللہ تعالی عنه و معاویة رضی اللہ عنه المنازعة فی الامارة کما توهمه بعضهم و انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای علی ان تاخیر تسلیمهم اصوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب امر الامة و رای معاویة الی ان المبادرة للاقتصاص منهم اصوب فکل منهما مجتهد ماجور فهذا هو المراد بما شجر بینهم۔

اکتالیسویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عنداللہ ماجور ہیں

اور باتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل ومنصف ہیں جوان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لئے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور و ماجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لئے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہوسکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ ﷺ سے دین لے کر ہم تک پہچانے والوں) پر طعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو نکیر بعض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا رقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت وامارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلافِ منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اوران کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عنداللہ ماجور ومثاب ہیں۔

ان دونوں بزرگوں کا منشاء اختلاف یہی تھا

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

واما قتاله الطلحة والزبير وعائشة و معاوية رضوان اللّٰه تعالى عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة اللّٰه تعالى عليه على الامساک عن ذلک وجميع ماشجر بينهم من منازعة ومنافرة و خصومة لان اللّٰه تعالىٰ يزيل ذلک من بينهم يوم القيامة كما قال عزمن قائل و نزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين ولان عليا رضی اللّٰه عنه كان على الحق فی قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على مابينا من اتفاق اهل الحل والعقد من الصحابة رضی اللّٰه عنهم على امامته وخلافته فمن خرج عن ذلک وناصبه حربا كان باغيا خارجاً على الامام فجاز قتاله ومن قاتله من معاوية وطلحة والزبير رضی اللّٰه عنهم طلبوا ثأر عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنه خليفة حق المقتول ظلماً والذين قتلوه كانوا فی عسكر علی رضی اللّٰه عنه فكل ذهب الى تاويل صحيح

فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک وامرھم الی اللہ عزوجل وھو احکم الحاکمین وخیر الفاصلین والاشتغال بعیوب انفسنا وتطھیر قلوبنا من امھات الذنوب وظواھرنا من موبقات الامور واما خلافۃ معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فثابتۃ صحیحۃ بعد موت علی رضی اللہ تعالی عنہ وبعد خلع الحسن بن علی نفسہ من الخلافۃ وتسلیمھا الی معاویۃ رضی اللہ عنہ لرای راہ الحسن رضی اللہ عنہ ومصلحۃ عامۃ تحققت لہ وھی حقن دماء المسلمین وتحقیق لقول النبی ﷺ فی الحسن رضی اللہ عنہ ابنی ھذا سید یصلح اللہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین فوجبت امامتہ بعقد الحسن لہ فسمی عامہ عام الجماعۃ لارتفاع الخلاف بین الجمیع واتباع الکل لمعاویۃ لأنہ لم یکن ھناک منازع ثالث فی الخلافۃ وخلافۃ مذکورۃ فی قول النبی ﷺ وھو ماروی عن النبی ﷺ تدور رحی الاسلام خمسا وثلثین سنۃ او ستا و ثلثین او سبعًا وثلاثین والمراد بالرحی فی ھذا الحدیث القوۃ فی الدین والخمس سنین الفاضلۃ عن الثلاثین فھو من جملۃ خلافۃ معاویۃ الی تمام تسعۃ عشرۃ سنۃ وشھور لان الثلاثین کملت لعلی رضی اللہ عنہ علی ما بینا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی

ہے: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیونکہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت وامامت پر صحابہ کرام میں اہل حل وعقد اتفاق فرما چکے تھے، اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا جبکہ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لئے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور رہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور وفکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی پر پورے اُتر آئے کیونکہ آپ

ﷺ کا فرمان تھا کہ ''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دوگروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت واجب ہوگئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو ''عام الجماعت'' (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال گھومے گی'' اس حدیث میں چکی سے مراد دین میں قوت ہے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے انیس سال حضرت معاویہ کے دورِ خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کی خلافت رہی۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اھل السنة علی وجوب الکف فیما شجر بینھم والامساک عن مساویھم واظھار فضائلھم ومحاسنھم وتسلیم امرھم الی اللہ عزوجل علی ماکان وجری اختلاف علی وطلحة والزبیر وعائشة ومعاویة رضوان اللہ علیھم اجمعین علی ماقدمنا بیانه واعطاء کل ذی فضل فضله کما قال اللہ عزو جل والذین جاوامن بعدھم یقولون ربنااغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم و قال اللہ تلک امة قد خلت لھا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عماکانوا یعملون۔

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحبِ فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

''اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

''یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی''۔

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اذا ذکر اصحابی فامسکوا

جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وایاکم وما شجر بین اصحابی فلو انفق احد کم مثل احد ذهباً

مابلغ مد احدھم ولا نصفہ۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہوتم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردے تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبیٰ لمن رأنی و من رای من رانی

اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی واختار لی اصحابی فجعلھم انصاری وجعلھم اصھاری وانہ سیجي آخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنۃ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس اُنھیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہوگئی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اطلع اللّٰہ علی اھل بدر فقال اعملو اما شئتم فقد غفرت لکم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اب جو چاہو کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارضٍ جعل شفیعاً لاھل تلک الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحابِ رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہلِ ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ:

ومن توقیرہ ﷺ وبرہ توقیر اصحابہ وبرھم ومعرفۃ حقھم والاقتداء بھم وحسن الثناء علیھم والامساک عما شجر بینھم ومعاداۃ من عاداھم والاضراب عن اخبار المؤرخین وجھلۃ

الرواة وضلال الشيعة والمنة عين الفادحة فی احد منهم وان يلمس لهم فيما نقل من مثل ذلک فيما کان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرج اصوب المخارج انهم اهل لذلک ولا يذکر احد منهم بسوء ولا يغمض عليه امراً بل يذکر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيدهم ويسکت عما وراء ذلک کما قال اذا ذکر اصحابی فامسکو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی اقتداء کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف وتوصیف کرنی اوران کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مورخین کے اقوال گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سروپا روایتوں سے احتراز کرنا اوران کے آپس کے جھگڑوں اوراختلاف کو اچھی تاویلات پرمحمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہوتو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافی ابن عمران ابن عمر بن عبدالعزيز عن معاوية فغضب وقال لايقاس باصحاب النبی ﷺ احد معاوية صاحبه وصهره وکابته وامته علی وحيه الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبدالعزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آگئے اورفرمایا کہ

رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں کاتبِ رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللہ عنه کان هو المصیب الحق و الطائفة الاخری اصحاب معاویة کانوا بغاةً مناولین وفیه التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان ولا یفسقون وهذا مذهبنا و مذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق وصواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں اور اس جدال وقتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

واعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی اللہ عنهم لیست بداخلة فی هذا الوعید و مذهب اهل السنة والحق احسان الظن بهم والامساک عما شجر بینهم وتاویل قتالهم وانهم مجتهدون متأولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا بل اعتقد کل فریق انه الحق و مخالفه باغ فوجبت علیه قتاله لیرجع الی امر اللہ وکان بعضهم مصیباً وبعضهم مخطیاً معذوراً فی الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطاء لا اثم علیه وکان علی رضی اللہ عنه هو الحق المصیب فی تلک الحروب هذا مذهب اهل السنة۔

جاننا چاہیے کہ وہ خوں ریزی جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال وقتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لئے نہیں کیا بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تاکہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے لیکن معذور فی الخطا تھے اس لئے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ''یا عمار تقتلک فئة الباغیة'' (اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

قال العلماء هذا الحديث حجة ظاهرة فى ان علياً كان محقا مصيباً و الطائفة الاخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كماقدمناه فى مواضع۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چونکہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں توقیر صحابہ اور جاہل مؤرخین کی منقولہ روایات طعن و تشنیع سے عدم

التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات وهوان كلا اداه اجتهاده الى ان الحق ما فعله فتعين عليه وان كان اخطاء كمعاوية مع على فانه مصيب باتفاق اهل الحق ومعاوية ماجور وان اخطا۔

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا، اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالانکہ باتفاق اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود عنداللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:

منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى وتعديله عليه السلام لظواهر الكتاب نحو محمد رسول الله والذين معه الآية، والسنة فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانبارى وغيره واشار اليه بقوله فلا يبحث عن عدالة احد منهم فى شهادة ولا رواية كما يبحث عن سائر الرواة وغيرهم لانهم خير الامة ومن طرء منهم قادح كسرقة وزنا عمل بمقتضاء ولكن لا يفسقون بما يفسق به غيرهم كما ذكره جلا المحلى فى شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم وشهاداتهم ولو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدها

تمام صحابہ تعدیل الٰہی اور تعدیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عادل

ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب وسنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
محمد رسول اللّٰہ والذین معہٗ الایۃ۔ تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الانباری نے اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضاء بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے - علامہ زرقانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

وفیہ انہ لم یخرج احد من الطائفتین فی تلک الفتنۃ بقول او عمل عن الاسلام اذ احدھما مصیبۃ والاخری مخطئۃ وکل منھما ماجور۔

اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج ہوا۔ مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا مخطی تھا اور دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ - علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علامۃ النبوۃ میں حدیث **ولعل اللّٰہ یصلح بہٖ فئتین من المسلمین** (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

فئتین ای الطائفتین طائفۃ معاویۃ بن ابی سفیان وطائفۃ الحسن

وكانت اربعين الفاً بايعوه على الموت وكان الحسن احق الناس لهذا الامر فدعاه ورعه الى ترك الملك رغبة فيما عند اللّٰہ ولم يكن ذلک لعلة ولا لقلة وقوله من المسلمين دليل على انه لم يخرج احد من الطائفتين فی تلک الفتنة من قول او فعل عن الاسلام اذا احدی الطائفتين مصيبة والاخریٰ مخطيئة ماجورة۔

فئتین سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ ہے، جنھوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھےلیکن اُن کے ورع وتقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انھیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً اور فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہےلیکن عنداللہ دونوں ماجور ومثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے دعا- حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اے اللہ تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے، اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملاعلی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارتياب ان دعا النبی ﷺ مستجاب فمن كان هذا حاله كيف يرتاب فی حقه۔

بیشک نبی ﷺ کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے

بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ - یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سئل لابن المبارک ایهما افضل معاوية اوعمر بن عبدالعزيز فقال الغبار الذی دخل فی انف فرس معاوية مع النبی ﷺ خير من مثل عمر بن عبدالعزيز كذا كذا مرة۔

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

قطعیت اور ظنیت میں فرق - بحر المذاہب میں ہے کہ:

اجمع اهل السنة والجماعة على وجوب تعظيم الصحابة والكف عن ذكرهم الا بخير لما ورد من الآيات والاحاديث فی فضائلهم ومناقبهم ووجوب الكف عن الطعن فيهم عموماً۔

اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لئے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما نقله ارباب السير فی بعضهم كمعاوية وعمرو بن العاص ومغيرة بن شعبة وغيرهم رضی الله عنهم يغمض عنه ولا يسمع اذ

فضل صحبتهم مع النبی ﷺ قطعی و ما نقل ظنی فلا یزاحم القطعی و ایضاً فقد قال النبی ﷺ اذا ذکر اصحابی فامسکوا والواجب علی کل من سمع شیئاً من ذلک ان یلبث فیه ولا ینسبه الی احدهم لمجرد روایة فی کتاب او سماعة من شخص بل لا بد ان یبحث عنه حتی یصح عنده نسبته الی احدهم فحینئذ الواجب ان یلتمس لهم احسن التاویلات اصوب المخارج اذهم اهل لذلک وما وقع بینهم من المنازعات والمحاربات فله محامل و تاویلات۔

اربابِ سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لئے کہ ان کی فضیلتِ صحبت مع النبی ﷺ قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سننے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اُسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ - اسی طرح صاحب بحر المذاہب

ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فتلخص ان معاوية رضی اللہ عنہ لم يكن في ايام علی رضی اللہ عنہ خليفة و انما كان خليفة حق و امام صدق بعد علی رضی اللہ عنہ عند تسليم الحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافة له و ان هذا التسليم لم يكن اضطراريا بل اختياريا و انه لم يستحق الشين و الطعن و لا يباح له السب و اللعن فالطاعن فيه مطعون طاعن في نفسه و دينه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہونا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ:

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ان ماجرى بين علی و معاوية من الحروب فلم يكن لمنازعة معاوية لعلی رضی اللہ عنہ في الخلافة للاجماع على حقيتها لعلی فلم تهيج الفتنة بسببها و انما هاجت بسبب ان معاوية و من معه طلبوا من علی تسليم قتلة عثمان رضی اللہ عنہ اليهم لكون المعاوية ابن عمه فامتنع على ظنا منه ان تسليمهم اليه على الفور مع كثرة عشائرهم يؤدی الى اضطراب و تزلزل في امر الخلافة۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جولڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاقِ خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظامِ حکومت تہ وبالا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابنِ حجر اسی صواعق محرقہ کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ایضاً ان معاویة رضی اللّٰہ عنه لم یکن فی ایام علی رضی اللّٰہ عنه خلیفة وغایة اجتهاده انه کان له اجرواحد واما علی رضی اللّٰہ عنه فکان له اجران اجر علی اجتهاده واجر علی اصابته بل عشرة اجور۔

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ اُنھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بلکہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ - صحیح بخاری کی وہ حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

فکان توجیه ﷺ لوقوع الاصلاح بین الفئتین من المسلمین

فیه دلالة علی صحة مافعله الحسن رضی اللہ عنہ وعلی انه مختار فیه وعلی ان تلک الفوائد الشرعیة وهی صحة خلافة معاویة فالحق ثبوت الخلافة لمعاویة من حینئذ وانه بعد ذلک خلیفة حق وامام صدق کیف وقد اخرج الترمذی وحسنه عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة الصحابی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا واخرج احمد فی مسنده عن العرباض ابن ساریة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اللهم علم معاویة الکتاب والحساب وقیه العذاب فتأمل دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحدیث الاول بان اللہ یجعله هادیا مهدیا الحدیث حسن فهو مما یحتج به علی فضل معاویة وانه لا ذم یلحقه بتلک الحروب لما علمت انها کانت بغیة علی اجتهاد لان المجتهد اذا اخطاء لایلام علیه ولا ذم یلحقه بسبب ذلک لانه معذور ولذا کتب له اجر ومما یدل بفضله ایضاً الدعاء له فی الحدیث الثانی ولا شک ان دعاءہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجاب فعلمنا منه انه لاعقاب علی معاویة فیما فعل بل له الاجر کما تقرر وقد سمی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فئة مسلمین فدل علی بقاء حرمة الاسلام وانهم فئتان علی حد سواء فلا فسق ولا نقض یلحق احد بهما لما قررناه وفئة معاویة وان کانت باغیة لکنه بغی لا فسق۔

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری

بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرارا دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا **اللّٰھم اجعلہٗ ھادیا مھدیا** (اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا''۔

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی ومہدی بنائے یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے دعا فرمارہے ہیں اور دعاء رسول یقینا مستجاب ومقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔حدیث مذکورہ میں فئتین من المسلمین کا لفظ ہے جو ان کے

اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علیحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

و امامایستبحه بعض المبتدعة من سبه و لعنه فله فیه اسوة ای اسوة بالشیخین و عثمان و اکثر الصحابة فلا یلتفت لذلک و لا یقول علیه فانه لم یصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم اللہ و خذ لهم اقبح اللعنة و الخذلان و اقام علی رؤسهم من سیوف اهل السنة ما وضح الدلائل و البرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ "جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت بھیجی اس کے لئے طریقہ ہے" یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب - علامہ ابن ہمام مسائرہ میں فرماتے ہیں:

و ماجری بین معاویة و علی رضی اللہ عنه کان مبنیاً علی الاجتهاد و لا منازعة من معاویة اذ ظن علی رضی اللہ عنه ان تسلیم قتلة عثمان مع کثرة عشائرهم و اختلاطهم بالعسکر یؤدی الی اضطراب امر الامامة خصوصاً فی بدایتها و التاخیر اصوب الی ان یتحققوا التمکن منه و یلتقطهم فان بعضهم عزم علی الخروج علیؓ و قتله لما نادی یوم الجمل بان یخرج عنه قتلة عثمان علی ما

نقل فی القصة من کلام الاشتر النخعی ان صح واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلان عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کاروائی سامنے آتی ہے تو اس سے نظامِ خلافت درہم برہم ہوجائے گا اس لئے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہوجائے کیونکہ اشتر نخعی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علیحدہ ہوجائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کردی۔

اختلافِ صحابہ - شرح عقائد نسفی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ:

وما وقع من المخالفات والمحاربات لم یکن من نزاع فی خلافة بل عن خطاء فی الاجتهاد۔

ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ استحقاقِ خلافت میں نہیں تھیں بلکہ خطاء اجتہادی تھی۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله بل عن خطاء فی الاجتهاد فان معاویة وحزابه بغوا عن طاعته مع اعترافهم بان افضل اهل زمانه وانه الاحق بالامامة بشبهة هی ترک القصاص عن قتلة عثمان رضی اللہ عنه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کردی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

لا تذ کر الصحابۃ الا بخیر یعنی و ان صدر من بعضھم بعض مافی صورۃ شر فانہ اما کان عن اجتھاد اولم یکن علی وجہ فساد من اصرار وعناد بل کان رجوعھم عنہ الی خیر معاوینا علی حسن الظن بھم بقولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی و بقولہ علیہ السلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا ولذا ذھب جمھور العلماء الی ان الصحابۃ کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ وکذا بعدھا ولقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم رواہ الدارمی وابن عدی وغیرھما قال ابن دقیق العید فی عقیدتہ مانقل فیما شجر بینھم واختلفوا فیہ فمنہ ماھو باطل وکذب فلا یلتفت الیہ وما کان صحیحا اولناہ تاویلا حسنا لان الثناء علیھم من اللہ سابق ومانقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل والمشکوک والموھوم ولا یتبطل المحقق والعلوم۔

صحابہ کا ذکر خیر ہی کرو، اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ یا تو اجتہاد کی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد فساد وعناد نہیں بلکہ ان حضرات سے حسنِ ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ’’سب سے بہتر زمانہ میرا ہے‘‘ اور مزید ارشاد فرمایا کہ ’’جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو‘‘ اسی لئے جمہور علماء کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتلِ عثمان اور اختلافِ علی ومعاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جسے دارمی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ’’میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے‘‘ علامہ ابن

دقیق العید فرماتے ہیں کہ ''مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قابلِ اعتنا ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف وتوصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابلِ تاویل ہیں اس لئے کہ محقق ومعلوم کو مشکوک وموہوم چیز باطل نہیں کرسکتی۔

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و اماما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علی رضی اللہ عنه والخروج معه الی المحاربة ومن محاربة طائفة منهم کما فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولا علی تضلیل مخالفیه فی ولایته اذ لم یکن ذلک عن نزاع فی حقیة امارته بل کان عن خطاء فی اجتهادهم حیث انکروا علیه ترک القوم من قتلة عثمان رضی اللہ عنه والمخطی فی الاجتهاد ولا یضلل ولا یفسق علی ما علیه الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد ونصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل وصفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گمراہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اختلاف ونزاع آپ کی امارت وخلافت کے حق ہونے میں نہیں تھا بلکہ اختلاف قاتلانِ عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا لہٰذا معتمد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گمراہ کہا جایے گا نہ فاسق۔

اسی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ:

وقد كان امر طلحة والزبير خطاء غير انهما فعلامافعلا عن اجتهاد وكان من اهل الاجتهاد فظاهر الدلائل توجب القصاص على قتل العمد واستيصال شان من قصد دم امام المسلمين بالاراقة على وجه الفساد فاما الوقوف على الحاق التاويل الفاسد باالصحيح فى حق البال المواخذة فهو علم خفى فاز به على كماورد عن النبى ﷺ انه قال له انك تقاتل على التاويل كماتقاتل على التنزيل وقد ندما على ما فعلا وكذا عائشة رضى الله عنها ندمت على مافعلت وكانت تبكى حتى تبل خمارها ثم كان معاوية رضى الله عنه مخطئًا الا انه فعل مافعل عن تاويل فلم يصربه فاسقا واختلف اهل السنة والجماعة فى تسمية باغيا فمنهم من امتنع من ذلك والصحيح قول من اطلق لقوله عليه السلام لعمار تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان سے خطأ اجتہادی واقع ہوئی ہے کیونکہ ظاہری دلائل سے قتل عمد پر قصاص واجب ہے اس لئے کہ امام المسلمین کا خون فساد پھیلانے کے لئے بہایا گیا۔ صحیح سے تاویل فاسد کو ملایا گیا اور مواخذہ میں توقف علم خفی ہے جس پر حضرت علی کو دسترس حاصل تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ ''تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے'' چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کئے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ خاطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہٰذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف

کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

وتکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر روش اہل السنت و جماعت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نمی کنند ولعن وسب وشتم واعتراض وانکار برایشان نکنند وباایشان براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہداشت صحبت آنحضرت ﷺ وورود فضائل ومناقب ایشان در آیات واحادیث عموماً

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوء ادبی نہ کی جائے، کیونکہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی از ایشان مشاجرات ومحاربات وتقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی ورعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آن اخبار از ان اغماض ورزند وتغافل کنند وگفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ انگارند زیرا کہ صحبت ایشان با پیغمبر ﷺ یقینی است ونقلہائے دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد ویقین بظن متروک نگردد وبالجملہ سرحد دار السلام وسنہ بامعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ واشباہ وامثال ایشان است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت وجماعت اود گو کہ زبان را از سب ولعن ایشان بربندد واگرچہ بجہت تصور بعضے امور کہ قدر مشترک از ان بسر حد تواتر رسیدہ است باطن

را کدورتی وخاطر را وحشتی دست دہد باوجود او سلامت در اغماض وکف از ایشانست در آثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران برحال وی ترحم آورد وگفت سبحان اللہ من میدانم کہ وے مسلمان بود ومسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال وے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وی ہنوز مسلمان است وبالجملہ بے لعن در ایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از ان بنصوص قران ثابت است والا بدعت وفسق بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات ومحاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق وتفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دارالسلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت وجماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آ گیا اور کہنے لگا

سبحان اللہ میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہوگئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن وطعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے معاذ اللہ من ذلک ان کی طہارت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت وفسق ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

وبعد از وی علی مرتضی خود متعین بود پس وے کرم اللہ وجہ باجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق وامام مطلق شد ونزاعے وخلافے کہ از مخالفان در زمان خلافت وے بوجود آمد نہ در استحقاق خلافت وحق امامت بود بلکہ منشاء آن نفی وخروج وخطاء در اجتہاد کہ تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود پس معاویہ وعائشہ بر آن آمدند کہ زود عقوبت باید کرد علی وصحابہ دیگر بتاخیر آن رفتند۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حقدار ہونے کی بنا پر) خود بخود خلیفہ متعین ہو گئے آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دورِ خلافت میں ہوا وہ استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بلکہ اس بغاوت وخروج کا منشاء اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نماند کہ مخالفت ومخاصمت کہ میان بعضے از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت وجماعت محمول برایں است کہ عن اجتہاد بود لا عن نفسانیت وہمہ

آنہا قابل تاویلات ومحامل صحیحہ است وبر تقدیر تسلیم کہ بعضی ازمحمل قویم وتاویلے مستقیم نباشد گویم این مخالفات ومخاصمات منقولست از یشان بطریق اخبار احاد واکثر آنہا اضعاف وجائزۃ الکذب است وصلاحیت معارضہ باآیات قرآنی واحادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آن است کہ بسبب آن اخبار جسارت بطعن اصحاب جناب نبوۃ مآب کہ آن طعن موجب جسارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب وسنۃ باخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید واز تہدیدات ووعیدات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ پر حذر باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت ومخاصمت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بلکہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و مخاصمت) کی تمام روایات تاویلات محامل صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگر چہ ان میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی لیکن میں کہتا ہوں اول تو یہ باتیں بطریق اخبار احاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیاتِ قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار وروایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام پر طعن وتشنیع نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان حضرات پر طعن وتشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب وسنّت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل تورپشتی المعتمد فی المنتقد میں توقیر صحابۂ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

وانچہ مہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بنظر تعظیم بدیشان نگرند وہیچ حال زبان طعن درایشان دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت راازین فتنہ تحذیر کردہ است وگفتہ از خدا بترسید درحق اصحاب من پس ازمن ایشانرا نشانہ نکنید کہ بدان خدائے کہ درراۓ جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی ازشما مثل کوہ احد زرخرچ کند یعنی درراہ خدانیک مدطعامی کہ یکے ازیشان خرچ کردہ باشد نرسد بہ نیمہ آن، وشیطان از طریق ہواوتعصب مردم راتسویل کند کہ خصومت ایشان مع بعضے ازصحابہ رسول اللہ ﷺ ازبہر دین است چہ ایشان بعدازرسول ﷺ سیرت بگردانیدند وبایکدگر منازعت گردیدنا بجائے رسید کہ خونہا ریختہ شدواین مسلمان کہ بدین فتنہ ہا مبتلا گشتہ است اول باید کہ بداند کہ ازایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیا کہ معصوم اند بلکہ خطا برایشان روابود اگرچہ خدا تعالی ایشاں را بشرف صحبت پیغمبر ﷺ گرامی کردہ بود بل یکے از ایشان چون درگناہے افتادے مصر نشدے وزود باحق گردیدے دبداند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بگناہ کافر نشود ودلیل آن بعدازین گفتہ شود وچون کافرنشود ضرورۃ مومن باشد وسب فساق اہل ایمان روانیست فکیف صحابہ کہ باری تعالیٰ برعموم ایشان ثنا گفتہ است و رسول ﷺ بحفظ وحرمت ایشان وصیت فرمودہ واز دقیقہ درایشان زجر بلیغ کردہ وگفتہ کہ ازاصحاب من چیزہا پیدا شود کہ ذکر آن نیکو نباشد شمابدان ایشان رابدی یاد مکنید کہ حق تعالیٰ ببرکت صحبت من آنہارا ازایشان درگزارند ودراین باب احادیث بسیاراست۔

تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ صحابۂ کرام کو بنظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے

صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر وثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے'' شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابۂ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے۔رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آ گیا تھا آپس میں جنگ کی، خوں ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہرکیف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصبِ نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہوسکتی ہے لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت ومجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عنقریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب وشتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت وحرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا لیکن تم لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطۂ نظر - امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

پس بآخر ہمہ رسول مارا ﷺ بخلق فرستادو نبوت وی بدرجہ کمال رسانید

کہ ہیچ زیادت راباآن راہ نبوو باین است اورا خاتم انبیا کرد کہ بعد از وی ہیچ

پیغمبر نباشد و ہمہ خلق را از جن وانس بمتابعت او فرمود و اورا ہمہ سید پیغمبران

گردانید و یاران و اصحاب او را بہترین یاران و اصحاب دیگر پیغامبران کرد

صلوۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور مقامِ نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ تمام جنّ وانس کو آپ کی اطاعت و مطابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب - نیز امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں احوال مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

عمر بن عبدالعزیز میگوید رسول ﷺ را بخواب دیدم با ابوبکر و عمر نشستہ

چون بایشان نشستم ناگاہ علی و معاویہ را بیاوردند و در خانہ فرستادند و در بستند

در وقت علی را دیدم کہ بیرون آمد و گفت قضیٰ لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق

مرا نہادند پس بزودی معاویہ بیرون آمد و گفت غفر لی و رب الکعبۃ مرا

نیز عفو کردند و بیامرزیدند۔

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا قضی لیْ وَرَبِّ الکعبۃ (واللہ میرا حق ثابت ہوگیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا غُفِرَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃ (ربّ کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی للہ عنہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی کی وجہ سے ماجور و مثاب ہیں۔ اس باب میں مورخین کی حکایتیں اور قصے بے سروپا ہیں، اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کرلیں تو بھی حضور علیہ السلام کی شرف محفل اور حضور علیہ السلام کے وعدہ کے مطابق صحابۂ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ - اگر کوئی یہ کہے کہ تحفۂ اثناعشریہ (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں رافضیوں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

سوال: کہ جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و متغلب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطاء اجتہادی ہوئی تھی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ تحفۂ اثناعشریہ میں شاہ صاحب کا تخاطب فرقۂ مخالف سے ہے اس لئے اسے مبنی پر تنزل سمجھا جائے گا ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ تحفۂ اثناعشریہ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔

اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں جو قول نقل کیا ہے شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ،مکتوبات جلد ۱ رمکتوب نمبر ۲۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں،آپ فرماتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا چاہیے۔خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں **ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحاب واختارنی منهم اصهاراً وانصاراً فمن حفظنی فیهم حفظهٔ اللّٰہ ومن اذانی فیهم اذاہ اللّٰہ** (بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لئے مددگار اور رشتہ داری کے لئے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت وتکلیف دی اللہ تعالیٰ اُسے اذیت وتکلیف دے گا)۔

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **من سب اصحابی فعلیه لعنة اللّٰہ والملائکة والنّاس اجمعین** (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اَشرَار اُمَّتِی اَجرَاهم عَلٰی اَصحَابِیْ** (میری امت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول

کرنا چاہیے اور ہوا و ہوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چونکہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابو شکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ ''اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی تھی''۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ''اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ''یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا''۔ اس قول میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علماء اُمت کی کتابیں اس خطا کے خطاء اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ ''جو شخص صحابۂ رسول مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن عاص میں سے کسی ایک پر

سب وشتم کرے یا ان کی تضلیل وتکفیر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب وشتم کرے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرتِ زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بلکہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جبکہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جور استعمال کیا ہے اور کہا ہے **کان اماماً جائراً** اس سے مراد وہ جور نہیں جس کا معنی فسق وضلالت ہے بلکہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطاء اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں **قد صح انهٗ كان اماماً عادلاً فی حقوق اللّٰہ سبحانهٗ و فی حقوق المسلمین** بیشک وہ حقوق الٰہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔ (ترجمہ ملخصاً)

مولانا جامی پر اعتراض - حضرت شیخ احمد سرہندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ اس خطا کو خطاء منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ "او مستحق لعنت است" (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "اے اللہ انہیں کتاب وحکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ، ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا "اے اللہ انھیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا"، آپ ﷺ کی دعا یقینا مقبول ومنظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سہو ونسیان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے "آن صحابی دیگر" (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کئے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِینَا۔ (ترجمہ ملخصاً)

امام شعبی پر اعتراض کا جواب - آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چونکہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر

کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور اَعلم علماء مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبائر میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے - اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر و فاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دستبردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جائز قرار دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرۂ مبشرہ میں

سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور معرکہ صفین برپا ہوا۔

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علی سے مطالبۂ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالشکور سالمی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اذا ملکت الناس فارفق بھم۔ (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔

امام غزالی اور ابوشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں تطابق و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشاء اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بلکہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم - مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ **اِیَّاکُم وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ** (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا "جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو"۔ فرمایا "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ"۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ "اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے"، اِس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

لعنتِ یزید - اسی مکتوب میں لعنت یزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی لعنت میں توقف اور سکوت اس لئے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں اِلّا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بلکہ اس کا ملعون ہونا آیۃ کریمہ **ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنہم اللّٰہ** (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری گذارش - مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلا

مؤرخین اور مردگانِ اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سپرد قرطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا **اذا ظھرت الفتن او قال البدع و سبت اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة اللّٰه و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل اللّٰه حرفا و لا عدلا۔** (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کئے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ **والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علیٰ آله الصلوٰۃ والسلام۔** (ترجمہ ملخصاً)

سر دست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل و صفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے لیکن جنگ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے بایں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علیحدہ ہو لئے اور خوامخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے

لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول راجح ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری، امام نووی نے شرح صحیح مسلم، ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ، اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے، ہم نے بخوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

فقط

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی کان اللہ لہما

تصدیقات علماء بدایوں

(۱) الجواب صحیح : نور احمد قادری

(۲) صح الجواب : محمد سراج الحق عفی عنہ

(۳) ماحررہ المجیب المصیب فہو مقرون بالصواب : محمد فصیح الدین قادری

(۴) جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ العبد المہین محمد جمیل الدین احمد قادری

(۵) اصاب المجیب : محب احمد قادری

(۶) الجواب صحیح : محمد فضل المجید القادری

(۷) الجواب صحیح : محمد سدید الدین احمد

مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی

حافظ غلام حسین گلشن آبادی نے حضرت تاج الفحول کی خدمت میں ایک طویل خط بعض مسائل کے متعلق لکھا تھا۔ حضرت تاج الفحول نے خط کا جواب تحریر کیا۔ بعد میں یہ خط و کتابت حافظ صاحب مذکور نے اپنی کتاب ''تنبیہ ملحدین اشرار'' (مطبع گلزار حسنی بمبئی ۷۷-۱۸۷۶ء) میں شائع کر دی۔ موضوع کی مناسبت سے اس خط کا سوال و جواب والا حصہ شائع کیا جا رہا ہے۔ باقی خط بخوفِ طوالت حذف کر دیا گیا ہے۔ (اسید الحق)

سوال اوّل: جو شخص باوجود کلمہ گوئی اسلام اور صلوٰۃ اِلی الکعبہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات انبیا کرام مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر مرتبہ تقرب باطنی و کرامت اخروی میں عند اللہ تفضیل دے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال دوم: حضرت شیخین کی تفضیل حضرت علی پر حق ہے یا بالعکس اور تفضیل شیخین سے کیا مراد ہے؟ زیادت تقرب الٰہی و مرتبہ اخروی ہے یا زیادت دنیوی و تقدم فی الخلافت و بس؟

سوال سوم: خوارج کے کفر میں اہل سنت کا اختلاف ہے یا وہ بالاجماع کافر ہیں؟

سوال چہارم: روافض تبرائی اور خوارج کا ایک حکم ہے یا ان دونوں فرقوں میں کچھ فرق ہے؟ جو شخص خوارج کو کافر و مرتد کہے مگر روافض تبرائی کو کافر و مرتد نہ جانے اور مصاہرت ان سے جائز بتائے وہ کیسا ہے؟

سوال پنجم: یزید کے بارے میں اہل سنت کا کیا مذہب ہے؟ اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟

مکتوب گرامی حضرت تاج الفحول

مولوی صاحب، کرم فرمائے غائبانہ زادِ لطفہم، بعد سلام آپ کے سوالات کا جواب مطابق اپنے عقیدے کے جو موافق سلف صالحین کے ہے لکھتا ہوں:

الجواب-اوّل: تفضیل دینے والا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کسی نبی پر حضرات انبیاء کرام سے گو کلمۂ شہادت پڑھے اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھا کرے وہ قطعاً کافر و مرتد ہے کیونکہ افضلیت نبی غیر نبی سے ضروریات دین سید المرسلین میں داخل ہے۔

دوم: تفضیل شیخین کی حضرت جناب مرتضوی اور جملہ اہل بیت و صحابہ و تمام امت پر حق ہے جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے اور مراد تفضیل سے اکرمیت عند اللہ و زیادت تقرب باطن و کثرت ثواب اخروی میں ہے نہ صرف امور دنیویہ مثل منصب خلافت و حکومت کے۔

سوم: خوارج کے کفر میں اختلاف ہے۔ اکثر متقدمین کے نزدیک کافر نہیں ہیں اور اکثر متاخرین کے نزدیک کافر ہیں۔ پس خوارج کو مسلمان کہنے والے جو ایک گروہِ ائمہ دین سے ہیں ان کو گمراہ اور دشمنِ اہل بیت کہنا رفض و شیعیت ہے۔

چہارم: جن علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں ان کے نزدیک رافضی تبرائی بھی کافر ہیں اور اسی

پر فتویٰ ہے متاخرین محققین کا پس جو خوارج کو تو کافر مانے اور روافض کو کافر نہ کہے اور ان سے مصاہرت و مناکحت جائز بتائے وہ بیشک رافضی ہے کہ تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر بغض ولعن و تکفیر اہل بیت کفر ہے تو بغض ولعن وتکفیر شیخین بھی کفر ہے۔ اس میں فرق نہ کرے گا مگر وہ شخص جو ظاہر میں سنی اور باطن میں رافضی ہے۔

پنجم: یزید کے بارے میں اکابر اہل سنت کا اختلاف ہے۔ محققین اہل حق کے نزدیک حکمِ کفر ثابت نہیں اور لعنت ممنوع، محتاطین کے نزدیک احوط و اسلم توقف ہے اور یہی میرے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص جواز لعنت و حکم کفر کو اجماعی اہلِ حق کا ٹھہراتا ہے اور ائمہ مانعین و متوقفین کو دشمنِ اہل بیت کرام کہتا ہے وہ رافضی ہے۔

فقط

فقیر عبد القادر

بسلسلۂ جشنِ زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی — ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی — تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ عقائد اہل سنت

مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی — تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ دعوت عمل مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

۱۵۔ احکام قبور

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی — تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ ریاض القرأت

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی — ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ تذکار محبوب

(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ مدینے میں (مجموعۂ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی

پروفیسر محمد ایوب قادری، — تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۲۰۔ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسید الحق قادری

۲۱۔ حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسید الحق قادری

۲۲۔ احادیث قدسیہ مولانا اسید الحق قادری

۲۳۔ تذکرۂ ماجد مولانا اسید الحق قادری

۲۴۔ عقیدۂ شفاعت (ہندی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ عقیدۂ شفاعت (گجراتی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ دعوتِ عمل (گجراتی) مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

۲۷۔ احکام قبور (تمل) مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ معراجِ تخیل (ہندی) (مجموعۂ نعت ومناقب)

تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ سیرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) **کی جھلکیاں** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی